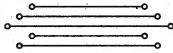


تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



۲۱۳	• قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام	• علم الہی کی وسعتیں
۲۱۸	• جنت میں --- جنت کے حقدار	• انسان کی سرکشی کا حال
۲۱۹	• جنت کی نعمتیں	• قرآن کریم کی حقانیت کے بعض دلائل
۲۲۰	• دوزخ اور دوزخیوں کی درگت	• حم عشق کی تفسیر
۲۲۳	• اللہ کی چند صفات	• قیامت کا آنا یقینی ہے
۲۲۳	• مشرکین کی کم عقلی	• مشرکین کا شرک
۲۲۳	• عظیم الشان قرآن کریم کا نزول اور ماہ شعبان	• امت محمدیہ پر شریعت الہی کا انعام
۲۲۵	• دھواں دھواں اور کفار	• تمام انبیاء کرام کی شریعت یکساں ہے
۲۲۷	• روزہ آخرت توبہ پس	• منکرین قیامت کے لیے وعیدیں
۲۲۹	• قبطیوں کا انجام	• غفور و رحیم اللہ
۲۳۲	• شہنشاہ تبع کی کہانی	• رسول اللہ سے قربت داری کی فضیلت
۲۳۳	• صورت چھوٹنے کے بعد	• توبہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ
۲۳۵	• زقوم ابو جہل کی خوراک ہوگا	• آفات اور تکالیف سے خطاؤں کی معافی ہوتی ہے
۲۳۶	• جب موت کو ذبح کر لیا جائے گا	• سمندروں کی تسخیر قدرت الہی کی نشانی
۲۳۹	• قرآن عظیم کو امانت سے بچاؤ	• درگزر کرنا بدلہ لینے سے بہتر ہے
۲۴۰	• اللہ تعالیٰ کے ابن آدم پر احسانات	• اللہ تعالیٰ کو کوئی پوچھنے والا نہیں
۲۴۱	• بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا تذکرہ	• آسانی میں شکر خلی میں صبر مومنوں کی صفت ہے
۲۴۲	• اصل دین چار چیزیں ہیں	• اولاد کا اختیار اللہ کے پاس ہے
۲۴۳	• زمانے کو گالی مت دو	• قرآن حکیم شفا ہے
۲۴۳	• اس دن ہر شخص گھٹنوں کے بل گرا ہوگا	• اصلی زادراہ تقویٰ ہے
۲۴۵	• کبریائی اللہ عز و جل کی چادر ہے	• مشرکین کا بدترین فعل
		• امام الموحدین کا ذکر اور دنیا کی قیمت
		• شیطان سے بچو
		• فلا باز بنی اسرائیل
		• فرعون کے دعوے

إِلَيْهِ يُرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْثَامِهَا وَمَا
تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا يَعْلَمُهُ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ آيُنَا
شُرَكَاءُ ۚ قَالُوا أِذْكَأ مَا مِتْنَا مِنْ شَهِيدٍ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظُنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ ۝

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو پھل اپنے شگوفوں میں سے نکلے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے انہیں ہوتے ہیں سب کا علم اس
ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان شرکوں کو بلا کر دریافت فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے تو کوئی اس کا
مدعی نہیں ۝ یہ جن جن کی پرستش اس سے پہلے کرتے تھے وہ ان کی نگاہ سے گم ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں ۝

علم الہی کی وسعتیں: ☆ ☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا اور کسی کو نہیں۔
تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جب رشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار یعنی حضرت جبریلؑ نے قیامت کے آنے
کا وقت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جانتے والا نہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت میں ہے
إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهِيهَا یعنی قیامت کب ہوگی؟ اس کے علم کا مارتیرے رب کی طرف ہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اور جگہ فرمایا
لَا يَحِيطُ بِهَا لَوْ قُتِبَهَا إِلَّا هُوَ۔ مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس اللہ کا علم
گہرے ہوئے ہے یہاں تک کہ جو پھل شگوفہ سے نکل کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو یہ سب اس کے علم میں ہے۔ زمین و
آسمان کا کوئی ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ جیسے فرمایا لا يعذب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الارض ایک اور
آیت میں ہے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا یعنی جو پتہ جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور جم جو کچھ کھاتے
ہو جاتے رہتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔ جس قدر عمریں گنتی بڑھتی ہیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں
ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ پر مشکل ہو۔ قیامت والے دن شرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے

لَا يَسْمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُوسِسْ
قَنُوطٌ ۖ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِمَّا مِنْ بَعْدِ ضَرِّهِ مَسَّتْهُ
لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ
إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۖ وَإِذَا أُنْمِنَّا
عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو
دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝

بھلائی کے مانگنے سے انسان تھکتا نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے اس کے بعد اگر ہم اسے اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کا تو میں حقدار ہی تھا اور میں تو باور نہیں کر سکتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کے پاس واپس ہی گیا کیا تو بھی یقیناً میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہے ہم یقیناً ان کفار کو ان کے اعمال سے خبردار کریں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور جب ہم انسان پر اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروت بدل لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعا میں کرنے والا بن جاتا ہے ○

ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے تو ہمارے بارے میں علم رکھتا ہے۔ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کاقرار نہ کرے گا کہ تیرا کوئی شریک بھی ہے، قیامت والے دن ان کے معبودان باطل سب گم ہو جائیں گے، کوئی نظر نہ آنے کا جو انہیں نفع پہنچا سکے اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا لِّمَنِي كُنْهًا لَّوْگ جہنم کو دیکھ لیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

انسان کی سرکشی کا حال ☆ ☆ ☆ (آیت: ۳۹-۵۱) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مالِ صحت وغیرہ بھلائیوں کی دعاؤں سے تو انسان تھکتا ہی نہیں اور اگر اس پر کوئی بلا پڑے یا فقر و فاقہ کا موح آجائے تو اس قدر ہراساں اور مایوس ہو جاتا ہے کہ گویا اب کسی بھلائی کا منہ نہیں دیکھے گا اور اگر کسی برائی یا سختی کے بعد اسے کوئی بھلائی اور راحت مل جائے تو کہنے بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ پر یہ تو میرا حق تھا میں اسی کے لائق تھا۔ اب اس نعمت پر پھولتا ہے اللہ کو بھول جاتا ہے اور صاف منکر بن جاتا ہے۔ قیامت کے آنے کا صاف انکار کر جاتا ہے۔ مال و دولت، راحت و آرام اس کے کفر کا سبب بن جاتے ہیں۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٍ اِنَّمَا اسْتَكْبَرْتَنِي يَعْنِي انسان نے جہاں آسائش و آرام پایا وہیں اس نے سر اٹھایا اور سرکشی کی۔ پھر فرماتا ہے کہ اتنا ہی نہیں بلکہ اسے بد اعمالی پر بھی امیدیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آئی بھی اور میں وہاں کھڑا بھی کیا گیا تو جس طرح یہاں سکھ چین میں ہوں وہاں بھی ہوں گا۔ غرض انکار قیامت بھی کرتا ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو مانتا بھی نہیں اور پھر امیدیں لمبی ہاتھ دتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے میں یہاں ہوں ویسے ہی وہاں بھی رہوں گا۔ پھر اللہ ان لوگوں کو ڈراتا ہے کہ جن کے یہ اعمال و عقائد ہوں انہیں ہم سخت سزا دیں گے پھر فرماتا ہے کہ جب انسان اللہ کی نعمتیں پالیتا ہے تو اطاعت سے منہ موڑ لیتا ہے اور ماننے سے جی چراتا ہے جیسے فرمایا فَوَلَّى بَرَكْتَهُ اَوْرَجِب اَسے کچھ نقصان پہنچتا ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعا میں کرنے بیٹھ جاتا ہے، عریض کلام اسے کہتے ہیں جس کے الفاظ بہت زیادہ ہوں اور معنی بہت کم

قُلْ اَرَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ
اَضَلَّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيْدٍ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي
الْاَفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ
يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اَلَا اِنَّهُمْ
فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ اَلَا اِنَّهُمْ فِيْ مِحْطٍ

تو کہہ کر بھلا یہ تو غلط ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہو اور پھر تم نے اسے نہ مانا جس اس سے بڑھ کر بھلا کو ان ہوگا جو حق سے دور پڑ کر غلطی میں رہ جائے ○

مغرب ہم انہیں نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں بھی یہاں تک کہ ان پر عمل جائے کہ حق یہی ہے کیا تیرے رب کا ہر چیز سے واقف وہ گاہ ہونا کافی نہیں؟ یقین چاہو کہ یہ لوگ اپنے رب کے درویر جانے سے شک میں ہیں یا درگاہ کو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ○

ہوں اور جو کلام اس کے خلاف ہو یعنی الفاظ قہورے ہوں اور معنی زیادہ ہوں تو اسے وحیرہ کلام کہتے ہیں۔ وہ بہت کم اور بہت کافی ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لَخْنِبِهِ أَلْجَبِ انْصَانٍ كَوْمِصِيبٍ يَبْتَغِي هُوَ أَتَانِ پهلو پر لٹ کر اور بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر غرض ہر وقت ہم سے مناجات کرتا رہتا ہے اور جب وہ تکلیف دہم دور کر دیتے ہیں تو اس بے پروا ہی سے چلا جاتا ہے کہ گویا اس مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

قرآن کریم کی حقانیت کے بعض دلائل ☆ ☆ (۵۲-۵۴) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو یہ قرآن صحیح اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم اسے جھٹلا رہے ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اپنے ٹکڑا اور اپنی مخالفت کی وجہ سے راہ حق سے اور مسلک ہدایت سے بہت دور نکل گیا ہو پھر اللہ تعالیٰ عز و جل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور جمہور انہیں ان کے گرد و نواح میں دنیا کے چاروں طرف دکھا دیں گے۔ مسلمانوں کو فوٹو حاصل ہوں گی وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے تمام دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان میں موجود ہوں گی۔ کافر لوگ تعداد اور شان و شوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی تمھی بھرا مل حق انہیں زیر و زبر کر دیں گے اور ممکن ہے یہ میرا ہدو کہ حکمت الہی کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جدا گانہ اخلاق مختلف صورتیں اور رنگ روپ وغیرہ اس کے خالق و صانع کی بہترین یادگار ہیں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ پھر اس کا ہیر پیمبر بھی کوئی حالت، کبھی کوئی حالت۔ بچپن جوانی بڑھاپا بیماری سندرستی فراخی رنج اور راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر قرشی نے اپنے اشعار میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ الغرض یہ ہر دینی اور اندرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ کی باتوں کی حقانیت کے سامنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی بس کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہے۔ جب وہ فرما رہا ہے کہ پیغمبر صاحب ﷺ سچ ہیں تو پھر تمہیں کیا شک؟ جیسے ارشاد ہے لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعَلْمِهِ الْخَبْرُ یعنی لیکن اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ جو تمہارے پاس بھیجی ہے اور اپنے علم کے ساتھ نازل فرمائی ہے خود گواہی دے رہا ہے اور فرشتے اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے پھر فرماتا ہے کہ دراصل ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں اسی لئے بے فکر ہیں، نیکیوں سے غافل ہیں، برائیوں سے بچتے نہیں۔ حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو! میں نے تمہیں کسی نئی بات کے لئے جمع نہیں کیا بلکہ صرف اس لئے تمہیں جمع کیا ہے کہ تمہیں یہ سنا دوں کہ روز جزا کے بارے میں میں نے خوب غور کیا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے اور اسے جھوٹا جاننے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ پھر آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ کے اس فرمان کا کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے یہ مطلب ہے کہ سچ جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل ہلا دینے والی دہشت ناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ڈر کر وہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ڈر سے امن دے سکیں۔ پھر اپنے آپ کو اس کا سچا جاننے والا بھی کہتا ہے، لہو و لعب، غفلت و شہوت، گمناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیام قیامت کے قریب ہو رہا ہے واللہ اعلم۔ پھر رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے قیام قیامت اس پر بالکل ہل ہے۔ ساری مخلوق اس کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تمام نہیں سکتا۔ جو اس نے چاہا

ہوا جو چاہے گا ہو کر رہے گا۔ اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کی ذات کسی قسم کی عبادت کے قابل ہے۔ الحمد للہ سورہ حم اسجدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الشوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدٌ عَسَقٌ ۝ کَذٰلِکَ یُوْحٰی اِلَیْکَ وَ اِلٰی الذِّیْنَ مِنْ قَبْلِکَ ۝ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

عنايت و مہربانی کرنے والے معبود بحق کے نام سے شروع

اللہ تعالیٰ جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے اسی طرح تیری طرف اور تجھ سے انگوں کی طرف وہی بھیجتا رہا ہے ○

حم عسق کی تفسیر: ☆ ☆ (آیت ۱-۳) حروف مقطعات کی بحث پہلے گذر چکی ہے۔ ابن جریر نے یہاں پر ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے جو منکر ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اس وقت آپ کے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس نے ان حروف کی تفسیر آپ سے پوچھی آپ نے ذرا سی دیر سر نہج کر لیا پھر منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا آپ نے پھر بھی منہ پھیر لیا اور اس کے سوال کو برا جانا اس نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا۔ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت حذیفہ نے کہا میں تجھے بتا رہا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اسے کیوں ناپسند کر رہے ہیں۔ ان کے اہل بیت میں سے ایک شخص کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے جسے عبداللہ اور عبداللہ کہا جاتا ہوگا وہ شرق کی نہروں میں سے ایک نہر کے پاس اترے گا اور وہاں دو شہر بسائے گا۔ نہر کو کات کر دو نوں شہروں میں لے جائے گا جب اللہ تعالیٰ ان کے ملک کے زوال اور ان کی دولت کے استیصال کا ارادہ کرے گا اور ان کا وقت ختم ہونے کو ہوگا تو ان دونوں شہروں میں سے ایک پر رات کے وقت آگ آئے گی جو اسے جلا کر بھسم کر دے گی۔ وہاں کے لوگ صبح کو اسے دیکھ کر تعجب کریں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ صبح ہی صبح وہاں تمام بڑے بڑے سرکش متکبر مخالف حق لوگ جمع ہوں گے اسی وقت اللہ تعالیٰ ان سب کو اس شہر سمیت غارت کر دے گا۔ یہی معنی ہیں حَمْدٌ عَسَقٌ کے یعنی اللہ کی طرف سے یہ عزیمت یعنی ضروری ہے یہ فتنہ قضا کیا ہوا یعنی فیصلہ شدہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ عین سے مراد عدل سین سے مراد سبکدوش یعنی یہ غریب ہو کر رہے گا۔ ق سے مراد واقع ہونے والا ان دونوں شہروں میں۔ اس سے بھی زیادہ غربت والی ایک اور روایت مسند حافظ ابو یعلیٰ کی دوسری جلد میں مسند ابن عباس میں ہے۔ جو مرفوع بھی ہے لیکن اس کی سند بالکل ضعیف ہے اور منقطع بھی ہے۔ اس میں ہے کہ کسی نے ان حروف کی تفسیر آنحضرت ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ جلدی سے کھڑے ہوئے اور فرمایا ہاں میں نے سنی ہے۔ حم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے سین سے مراد عَائِنُ الْمُؤْمِنِ عَذَابُ یَوْمِ بَدْر ہے۔ سین سے مراد سَبْعُ مِائَاتٍ ظَلَمُوا اِلٰی مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ۔ ق سے کیا مراد ہے اسے آپ نہ بتا سکتے تو حضرت ابوذرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق تفسیر کی اور فرمایا ق سے مراد قارع آسمانی ہے جو تمام لوگوں کو کھڑا پے لگا۔ ترجمہ یہ ہوا کہ بدر کے دن پیچھے موڑ کر بھاگنے والے کفار نے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ ان ظالموں کو غریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ ان پر آسمانی عذاب آئے گا جو انہیں جاہ و بر باد کر دے گا پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! جس طرح تم پر اس قرآن کی وحی نازل ہوئی ہے اسی طرح تم سے پہلے کے پیغمبروں پر کتابیں اور صحیفے نازل ہو چکے

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ
حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي
الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً
وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ
مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے اس لئے کہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دے اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ڈرا دے۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا ○ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے ظالموں کا حامی اور مددگار کوئی نہیں ○

قیامت کا آنا یقینی ہے: ☆ ☆ (۳۰یت ۷-۸) یعنی جس طرح اے نبی آخر الزماں! تم سے پہلے انبیاء پر وحی الہی آتی رہی تم پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ یہ عربی میں بہت واضح بالکل کھلا ہوا اور سلیجے ہوئے بیان والا ہے تاکہ تو شہر مکہ کے رہنے والوں کو احکام الہی اور اللہ کے عذاب سے آگاہ کر دے نیز تمام اطراف عالم کو۔ آس پاس سے مراد شرق و مغرب کی ہر سمت ہے۔ مکہ شریف کو ام القریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل و بہتر ہے۔ اس کے دلائل بہت سے ہیں جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں ہاں! یہاں پر ایک دلیل جو مختصر بھی ہے اور صاف بھی ہے اس لئے لیجئے۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عدی فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا آپ کہ شریف کے بازار خزورہ میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے مکہ! اقسم ہے اللہ کی تو اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے۔ اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے اللہ کی ہر گز تجھے نہ چھوڑتا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو قیامت کے دن سے سب کو ڈرا دے جس دن تمام اول و آخر زمانے کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جس دن کچھ لوگ بغتی ہوں گے اور کچھ جہنمی یہ وہ دن ہوگا کہ جتنی نفع میں رہیں گے اور جہنمی گھائے میں۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ الخ یعنی ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو آخرت کا وہ دن ہے جس میں تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے۔ ہم تو اسے تھوڑی سی مدت معلوم کے لئے مؤخر کر کے ہوئے ہیں۔ اس دن کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بات تک نہ کر سکے گا ان میں سے بعض تو بد قسمت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس ایک مرتبہ دو کتابیں اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر آئے اور ہم سے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں تو خبر نہیں آپ فرمائیے۔ آپ نے اپنی داہنے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ رب العالمین کی کتاب ہے جس میں جنتیوں کے نام ہیں مع ان کے والد اور ان کے قبیلہ کے نام کے اور آخر میں حساب کر کے میزان لگا دی گئی ہے اب ان میں نہ ایک بڑھے نہ ایک گھٹے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ جہنمیوں کے ناموں

کار جسر ہے ان کے نام ان کی ولدیت اور ان کی قوم سب اس میں لکھی ہوئی ہے پھر آخر میں میزان لگادی گئی ہے ان میں بھی کمی بیشی نا ممکن ہے۔

صحابہؓ نے پوچھا پھر ہمیں عمل کی کیا ضرورت جب کہ سب لکھا جا چکا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ٹھاک رہو بھلائی کی نزدیکی لئے رہو۔ اہل جنت کا خاتمہ نیکیوں اور بھلائی اعمال پر ہی ہوگا گودہ کیسے ہی اعمال کرتا ہو اور اہل نار کا خاتمہ جہنمی اعمال پر ہی ہوگا گودہ کیسے ہی کاموں کا مرتکب رہا ہو۔ پھر آپؐ نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا تمہارا رب عزوجل بندوں کے فیصلوں سے فراغت حاصل کر چکا ہے۔ ایک فرقہ جنت میں ہے اور ایک جہنم میں۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارہ کیا گویا کوئی چیز چھینک رہے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ یہی حدیث اور کتابوں میں بھی ہے۔ کسی میں یہ بھی ہے کہ یہ تمام عدل ہی عدل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کی تمام اولاد ان میں سے نکالی اور جہنمیوں کی طرح وہ میدان میں پھیل گئی تو اسے اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا ایک حصہ جنتی اور دوسرا جہنمی۔ یہ روایت موقوف ہی ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ نامی صحابی بیمار تھے ہم لوگ ان کی پیار پر سی کے لئے گئے۔ دیکھا کہ وہ روز ہے ہیں تو کہا کہ آپؐ کیوں روتے ہیں آپؐ سے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ اپنی مٹھیوں کم رکھا کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔ اس پر صحابیؓ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تو یہ حدیث رلا رہی ہے کہ حضور ﷺ سے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دائیں مٹھی میں مخلوق لی اور اسی طرح دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں بھی اور فرمایا یہ لوگ اس کے لئے ہیں یعنی جنت کے لئے اور یہ اس کے لئے ہیں یعنی جہنم کے لئے اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ پس مجھے خبر نہیں کہ اللہ کی کس مٹھی میں ہیں تمہارا؟ اس طرح کی اثبات تقدیر کی اور بہت حدیثیں ہیں پھر فرماتا ہے اگر اللہ

أَمْرًا تَخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَإِنَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي
الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ
مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۖ فَاطْرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا
يَذَرُوكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۖ
لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۖ

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنائے ہیں؟ جتنا تو اللہ ہی کارساز ہے وہی ہر ذوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے یہی اللہ میرا پالنے والا ہے جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے

والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں وہ اس میں پھیلارہا ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سنا دیکھتا ہے ○ انسانوں اور زمین کی کھوپڑیاں اسی کی ہیں جنس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے یقیناً وہ ہر چیز کو جانے والا ہے ○

کو منظور ہے تو سب کو ایک ہی طریقے پر کر دیتا یعنی یا تو ہدایت پر یا گمراہی پر لیکن رب نے ان میں تفاوت رکھا بعض کو حق کی ہدایت کی اور بعض کو اس سے بھلا دیا اپنی حکمت کو وہی جانتا ہے۔ وہ جسے چاہے اپنی رحمت تلے کھڑا کر لے ظالموں کا حمایتی اور مددگار کوئی نہیں۔ ابن جریر میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ اے میرے رب! تو نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا پھر اس میں سے کچھ کو تو جنت میں لے جائے گا اور کچھ اوروں کو جہنم میں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سب ہی جنت میں جاتے۔ جناب باری نے ارشاد فرمایا موسیٰ اپنا پیر بن اونچا کرو۔ آپ نے اونچا کیا پھر فرمایا اور اونچا کرو آپ نے اور اونچا کیا فرمایا اور اوپر کو اٹھا جواب دیا اے اللہ اب تو سارے جسم سے اونچا کر لیا سوائے اس جگہ کے جس کے اوپر سے ہٹانے میں خیر نہیں۔ فرمایا بس موسیٰ! اسی طرح میں بھی اپنی تمام مخلوق کو جنت میں داخل کروں گا سوائے ان کے جو بالکل ہی خیر سے خالی ہیں۔

مشرکین کا شرک: ☆ ☆ (آیت ۹-۱۲) اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس شرک کا فضل کی قباحت بیان فرماتا ہے جو وہ اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کرتے تھے اور بیان فرماتا ہے کہ سچا ولی اور حقیقی کارساز تو میں ہوں۔ مردوں کو جلانا (زندہ کرنا) میری صفت ہے۔ ہر چیز پر قابو اور قدرت رکھنا میرا وصف ہے۔ پھر میرے سوا اور کی عبادت کیسی؟ پھر فرماتا ہے جس کسی امر میں تم میں اختلاف رونما ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی طرف لے جاؤ یعنی تمام دینی اور دنیوی اختلاف کے فیصلے کی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مانو۔ جیسے فرمان عالی شان ہے فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ اگر تم میں کوئی جھگڑا ہو تو اسے اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لے جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے وہی میرا رب ہے میرا توکل اسی پر ہے اور اپنے تمام کام اسی کی طرف سونپتا ہوں اور ہر وقت اس کی جانب رجوع کرتا ہوں وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دیے یعنی مرد و عورت اور چوپایوں کے جوڑے پیدا کئے جو آٹھ ہیں وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑ جوڑ پیدا کرتا جا رہا ہے نسلوں کی تسلسل پھیلا دیں قرون گزر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا جاتا ہے۔ ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی شریعت مقرر کر دی جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو بڑے پیغمبروں کے ہم نے میری طرف بھی بھیج دی ہے اور جس کا تاکید ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا اس کا دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف تو انہیں بلا رہا ہے

وہ تو ان شرکوں پر بڑی گراں گذرتی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا پرگزیدہ بنالے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے ○

بغویؒ فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں بیٹ میں، بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلاتا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں سلیس پھیلائی مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں یہاں فیہ معنی میں بہ کے ہے، یعنی مرد اور عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو وہ پھیلا رہا اور پیدا کر رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ خالق کے ساتھ کوئی اور نہیں وہ فردِ صمد ہے وہ بے نظیر ہے وہ سمیع و بصیر ہے۔ آسمان و زمین کی نیکیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ سورہ زمر میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا تصرف مالک حاکم وہی یکلا لا شریک ہے۔ جسے چاہے کشادہ روزی دے جس پر چاہے تنگی کر دے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں۔ اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

امت محمدیہ پر شریعت الہی کا انعام: ☆ ☆ (آیت: ۱۳) اللہ تعالیٰ نے جو انعام اس امت پر کیا ہے اس کا ذکر یہاں فرماتا ہے کہ تمہارے لئے جو شرع مقرر کی ہے وہ وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان کے اولو العزم پیغمبروں کی تھی۔ پس یہاں جن پانچ پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے۔ انہی پانچ کا ذکر سورہ احزاب میں بھی کیا گیا ہے۔ فرمایا وَاِذَا اَحَدُنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مَيِّتًا فَهُمْ اَلْحُ وہ دین جو تمام انبیاء کا مشترک طور پر ہے وہ اللہ واحد کی عبادت ہے۔ جیسے اللہ جل و علا کا فرمان ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا نُوْحِيَ اِلَيْهِ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِي وَنَبْعِي تَحْتِی سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں ان سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی ہے کہ عبود میرے سوا کوئی نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرتے رہو۔ حدیث میں ہے ہم انبیاء کی جماعت آپس میں علاقائی بھائیوں کی طرح ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے جیسے علاقائی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔

الغرض احکام شرع میں گوجرادی اختلاف ہو لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے اور وہ تو حید باری تعالیٰ عز اسہ ہے فرمان اللہ ہے لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا حَاكِمًا میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے شریعت و راہ بنادی ہے۔ یہاں اس وحی کی تفصیل یوں بیان ہو رہی ہے کہ دین کو قائم رکھو جماعت بندی کے ساتھ اتفاق سے رہو اختلاف اور پھوٹ نہ کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہی تو حید کی صدا ہے ان شرکوں کو ناگوار گذرتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ جو ستمی ہدایت ہوتا ہے وہ رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ اس کا ہاتھ تھام کر ہدایت کے راستے لاکھڑا کرتا ہے اور جو از خود برے راستے کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ چھوڑ دیتا ہے اللہ بھی اس کے ماتھے پر خطا لکھ دیتا ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيْنَهُمْ وَلَوْ
لَا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى لِّقَضِيَ بَيْنَهُمْ وَلَئِنْ
الَّذِينَ اَوْرَثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝۱۴

ان لوگوں نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد ہی اختلاف کیا اور وہ بھی باہمی ضد بحث سے ہی اور اگر تیرے رب کی بات ایک وقت مقرر تک کے لئے پہلے ہی سے قرار پائی ہوئی نہ ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کی طرف سے شک اور تردید میں

پڑے ہوئے ہیں ○

(آیت ۱۴۰) جب ان کے پاس حق آ گیا جحت ان پر قائم ہو چکی۔ اس وقت وہ آپس میں ضد اور بحث کی بنا پر مختلف ہو گئے۔ اگر قیامت کا دن حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے مقرر شدہ نہ ہوتا تو ان کے ہر بدل کی سزا انہیں یہیں اسی وقت مل جایا کرتی۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ گزشتہ جو پہلوں سے کتابیں پائے ہوئے ہیں۔ یہ صرف تقلیدی طور پر ماننے ہیں اور ظاہر ہے کہ مقلد کا ایمان شک و شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ انہیں خود یقین نہیں، دلیل و حجت کی بنا پر ایمان نہیں، بلکہ یہ اپنے پیشروؤں کے جو حق کے جھٹلانے والے تھے، مقلد ہیں۔

فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أَمَرْتُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَّامَرْتُ لِاَعْدِلَ
بَيْنَكُمْ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا
مُحْجَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۴۱

پس تو لوگوں کو اسی طرف بلا تا رہ اور جو کچھ تجھ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور کہہ دے اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان سب پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہی ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں ہم تم میں کوئی شکوک نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹا ہے ○

تمام انبیاء کرام کی شریعت یکساں ہے: ☆ ☆ (آیت ۱۵) اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے پس پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو دینی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی دینی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے اور وہی تجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام کے لئے بھی مقرر کی گئی تھی تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے ہر ایک کو اسی کی طرف بلا اور اسی کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کر، مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں جو تکذیب و افتراء ان کا شیوہ ہے جو عبادت غیر اللہ ان کی عادت ہے خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہش اور ان کی چاہتوں میں نہ آ جانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا اور علی الاطلاق اپنے اس عقیدہ کی تبلیغ کر کہ اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کہ نہیں کہ ایک کو مالوں اور دوسری سے انکار کروں ایک کو لے لوں اور ایک کو چھوڑ دوں۔ میں تم میں بھی وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو اللہ کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے اور وہی سب کا انتہار ہے۔ گو کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہیں بھرنی۔ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں۔

جیسے اور آیت میں ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار۔ ہم تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں۔ کسی بحث مباحثے

تو اتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ ایک شخص نے بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ یہ واقعہ سفر کا ہے وہ حضرت سے کچھ دور تھے آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے تو بتا کہ تو نے اس کے لئے تیاری کیا کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور کا فرمان ہے ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔ یہ حدیث یقیناً متواتر ہے۔ الغرض حضورؐ نے اس سوال کے جواب میں قیامت کے وقت کا تعین نہیں کیا بلکہ مسائل کو اس دن کے لئے تیاری کرنے کو فرمایا۔ پس قیامت کے آنے کے وقت کا علم سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں اسے محال جانتے ہیں وہ زے جاہل ہیں کچی سمجھ صحیح عقل سے دور پڑے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے ہٹ کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ زمین و آسمان کا ابتدائی خالق اللہ کو نامیں اور انسان کو مار ڈالنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے پر اسے قادر نہ جانیں جس نے بغیر کسی نمونے کے اور بغیر کسی جز کے ابتدا سے پیدا کر دیا تو دوبارہ جب کہ اس کے اجزاء بھی کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں اسے پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہے۔ بلکہ عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے کہ اب تو اور بھی آسان ہے۔

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾
 مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ
 كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ
 مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢٠﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے ہی لطف کرنے والا ہے جسے چاہتا ہے کاشادہ روزی دیتا ہے وہ بڑی طاقت والا اور بڑے غلبہ والا ہے ○ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں اور ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ○

غفور و رحیم اللہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۰) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے ایک کو دوسرے کے ہاتھ سے روزی پہنچا رہا ہے۔ ایک بھی نہیں جسے اللہ بھول جائے نیک بد ہر ایک اس کے ہاں کا وظیفہ خوار ہے جسے فرمایا وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا الخ زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کی روزیوں کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر ایک کے رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا بھی ہے۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے کاشادہ روزی مقرر کرتا ہے وہ طاقتور غالب ہے جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ پھر فرماتا ہے جو آخرت کے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں اسے قوت طاقت دیتے ہیں۔ اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں کسی کی کوئی گئی کر دیتے ہیں کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ۔

الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق اللہ کی طرف سے عطا فرمائی جاتی ہے اور جس کی تمام کوشش دنیا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی تو وہ دونوں جہاں سے محروم رہتا ہے۔ دنیا کا ملنا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے ممکن ہے وہ ہزاروں جتن کر لے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے بد بختی کے باعث عقبنی تو برباد کر ہی چکا تھا۔ دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہاں سے گیا گذر اور اگر تھوڑی سی دنیا مل بھی گئی تو کیا چنانچہ دوسری آیت میں اس مضمون کو

مقید بیان کیا گیا ہے۔ فرمان ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ اَنْ جو شخص دنیا کا ہوگا ایسے لوگوں میں سے ہم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں دے دیں گے پھر اس کے لئے جہنم جو بڑی کریں گے۔ جس میں وہ بد حال اور راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا اور جو آخرت کی طلب کرے گا اور اس کے لئے جو کوشش کرنی چاہئے کرے گا اور وہ با ایمان بھی ہوگا۔ تو ناممکن ہے کہ اس کی کوشش کی قدر دانی نہ کی جائے۔ دنیوی بخشش و عطا و تقوا عام ہے۔ اس سے ہم ان سب کی امداد کیا کرتے ہیں اور تیرے رب کی یہ دنیوی عطا کسی پر بند نہیں خود دیکھ لو کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دے رکھی ہے، یقیناً مان لو کہ دو درجوں کے اعتبار سے بھی اور فضیلت کی حیثیت سے بھی آخرت بہت بڑی ہے۔ حضور کا فرمان ہے کہ اس امت کو برتری اور بلندی کی نصرت اور سلطنت کی خوشخبری ہو۔ ان میں سے جو شخص دینی عمل دنیا کے لئے کرے گا اسے آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ
يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمُ وَإِ
تِ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ
مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
فِي رَوْضَةٍ أَلْبَنَىٰ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ
الْفَضْلُ الْكَبِيرُ

کیا ان لوگوں نے اللہ کے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمانے ہوئے نہیں ہیں اگر فیصلے دن کا وہ دور نہ ہوتا تو (ابھی ہی) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا یقیناً ان خالوں کے لئے ہی دردناک عذاب ہیں ○ تو دیکھو گا کہ یہ ظالم اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے جو یقیناً ان پر واقع ہونے والے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہ بیستوں کے باغات میں ہوں گے وہ جو جاہل کریں اپنے رب کے پاس موجود بائیں لمبے لمبے سے بڑا فضل ○

(آیت: ۲۱-۲۲) پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین دین اللہ کی تو پیروی کرتے نہیں بلکہ جن شیاطین اور انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا بھج رکھا ہے یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں انہی احکام کے مجموعہ کو دین سمجھتے ہیں۔ حلال و حرام کا تعین اپنے ان بڑوں کے کہنے پر کرتے ہیں انہیں کے ایجاد کردہ عبادات کے طریقے استعمال کر رہے ہیں اسی طرح مال کے احکام بھی از خود تراشیدہ ہیں جنہیں شرعی سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں بعض جانوروں کو انہوں نے از خود حرام کر لیا تھا مثلاً وہ جانور جس کا کان چیر کر اپنے معبودان باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور داغ دے کر ساڑ چھوڑ دیتے تھے اور مادہ بچے کو صل کی صورت میں ہی ان کے نام کر دیتے تھے جس اونٹ سے دس بچے حاصل کر لیں اسے ان کے نام چھوڑ دیتے تھے پھر انہیں ان کی تنظیم کے خیال سے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے اور بعض چیزوں کو حلال کر لیا تھا جیسے مردار خون اور جوا۔ صحیح حدیث میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میں نے عمرو بن لُحیٰ نے قعدہ کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں ٹھیس رہا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر جانوروں کو چھوڑنا بتایا یہ شخص خزاعہ کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اسی نے سب سے پہلے ان کاموں کی ایجاد کی تھی۔ جو جاہلیت کے کام عربوں میں مروج تھے۔ اسی نے قریشیوں کو بت برستی میں ڈال دیا اللہ اس پر اپنی عینکار نازل

فرمائے۔ فرماتا ہے کہ اگر میری یہ بات پہلے سے میرے ہاں طے شدہ نہ ہوتی کہ میں گنہگاروں کو قیامت کے آنے تک ڈھیل دوں گا۔ تو میں آج ہی ان کفار کو اپنے عذاب میں مبتلا لیتا۔

اب انہیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے میدان قیامت میں تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کرتوتوں سے لرزاں و ترساں ہوں گے۔ مارے خوف کے قرار رہے ہوں گے۔ لیکن آج کوئی چیز نہ ہوگی جو انہیں بچائے۔ آج تو یہ اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے۔ ان کے بالکل برعکس ایماندار نیکو کار لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس جہنم سے جنتوں کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ ان کی ذلت رسوائی و ذر خوف ان کی عزت بڑائی اس جہنم کا خیال کرلو۔ وہ طرح طرح کی مصیبتوں تکلیفوں میں ہوں گے یہ طرح طرح کی راحتوں اور لذتوں میں ہوں گے۔ عمدہ بہترین غذائیں، بہترین لباس، مکانات، بہترین بیویاں اور بہترین ساز و سامان انہیں ملے ہوئے ہوں گے جن کا دیکھنا سننا تو کہاں؟ کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی یہ چیزیں نہیں آ سکتیں۔ حضرت ابوطیبہؓ فرماتے ہیں جنتیوں کے سروں پر پر آئے گا اور انہیں عدا ہوگی کہ بتاؤ کس چیز کی بارش چاہتے ہو؟ پس جو لوگ جس چیز کی بارش چاہیں گے وہی چیز ان پر اس بادل سے برے گی یہاں تک کہ کہیں گے ہم پر ابھرے ہوئے سینے والی ہم عمر عورتیں برساتی جائیں چنانچہ وہی برس گی۔ اسی لئے فرمایا کہ فضل کبیر یعنی زبردست کامیابی کامل نعمت یہی ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهَ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى
وَمَنْ يَّقْتِرِفْ حَسَنَةً نّٰزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
شَكُوْرٌ

یہی وہ ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور سنت کے مطابق عمل کئے تو کہہ دے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتے داری کی جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کے لئے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھادیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدر دان ہے

بہت قدر دان ہے

رسول اللہ سے قربت داری کی فضیلت: ☆☆ (آیت: ۲۳) اور پرکی آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے بیان فرما رہا ہے کہ ایمان دار نیکو کار بندوں کو اس کی بشارت ہو۔ پھر اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے قریش کے مشرکین سے کہہ دو کہ اس تبلیغ پر اور اس تمہاری خیر خواہی پر میں تم سے کچھ طلب تو نہیں کر رہا۔ تمہاری بھلائی تو ایک طرف رہی تم اگر اپنی برائی سے ہی مل جاؤ اور مجھے رب کی رسالت پہنچانے دو اور قربت داری کے رشتے کو سامنے رکھ کر میری ایذا رسانی سے ہی رک جاؤ تو یہی بہت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیرؓ نے کہا اس سے مراد قربت آل محمدؐ ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا تم نے غلت سے کام لیا۔ سنو قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضورؐ کی رشتہ داری تھی تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتے داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ حضرت عبادہؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت سعدیؓ، حضرت ابوالاکؓ، حضرت عبدالرحمنؓ وغیرہ بھی اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش سے کہا میں تم سے اس کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ تم اس قربت داری کا خیال رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ اس میری قربت کا حق جو تم پر ہے وہ ادا کرو۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو

دلیس دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتایا ہے اس پر کوئی اجر تم سے نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم اللہ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کرو۔ حضرت حسن بصریؒ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ تو یہ دوسرا قول ہوا پہلا قول حضورؐ کا اپنی رشتے داری کو یاد دلانا۔

دوسرا قول آپؐ کی یہ طلب کہ لوگ اللہ کی نزدیکی حاصل کر لیں۔ تیسرا قول جو حضرت سعید بن جبیرؒ کی روایت سے گذرا کہ تم میری قربت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔ ابوالدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کر لیا اور تمہارا ناس کر دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا اس میں حم والی سونتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا وہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حم والی سونتیں نہیں پڑھیں؟ آپؐ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی؟ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قربت کی۔ اس نے کہا پھر تم وہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! حضرت عمرو بن شعیبؒ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا مگر قربت رسولؐ ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ انصارؓ نے اپنی خدمات اسلام گویا فخر کے طور پر۔ اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا ہم تم سے افضل ہیں جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ ان کی مجلس میں آئے اور فرمایا انصار یو! کیا تم ذلت کی حالت میں نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے عزت بخشی! انہوں نے کہا بے شک آپؐ سچے ہیں۔ فرمایا کیا تم گمراہ نہ تھے پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت کی؟ انہوں نے کہا ہاں بے شک آپؐ نے سچ فرمایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اب تم مجھے کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے کہا کیا کہیں؟ فرمایا کیوں نہیں کہتے کہ کیا تیری قوم نے تجھے نکال نہیں دیا تھا؟ اس وقت ہم نے تجھے پناہ دی! کیا انہوں نے تجھے جھٹلایا نہ تھا اس وقت ہم نے تیری تصدیق کی؟ کیا انہوں نے تجھے پست کرنا نہیں چاہا تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی؟ اسی طرح کی آپؐ نے اور بھی بہت سی باتیں کہیں یہاں تک کہ انصار اپنے گھٹنوں پر جھک پڑے اور انہوں نے کہا حضور ہماری اولاد اور جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اللہ کا اور سب اس کے رسول کے لئے ہے۔

پھر یہ آیت قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں بھی اسی کے قریب ضعیف سند سے مروی ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ یہ واقعہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت پیش آیا تھا اور اس میں آیت کے اترنے کا ذکر بھی نہیں اور اس آیت کو مدینے میں نازل شدہ ماننے میں بھی قدرے تاثر ہے اس لئے کہ یہ سورت مکہ ہے۔ پھر جو واقعہ حدیث میں مذکور ہے اس واقعہ میں اور اس آیت میں کچھ ایسی زیادہ ظاہر مناسبت بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت رکھنے کا ہمیں حکم باری ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا راوی بہم ہے جو معروف نہیں پھر اس کا استاد ایک شیعہ ہے جو بالکل شافعی ہے گرا ہوا ہے اس کا نام حسین اشقر ہے اس جیسی حدیث بھلا اس کی روایت سے کیسے مان لی جائے گی؟ پھر مدینے میں آیت نازل ہونا ہی مستبعد ہے۔ حق یہ ہے کہ آیت مکہ ہے اور مکہ شریف میں حضرت فاطمہؓ کا عقد ہی نہ ہوا تھا اور اولاد کیسی؟ آپؐ کا عقد تو صرف حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ بدر کے بعد سن ۲ھ میں ہوا۔

پس صحیح تفسیر اس کی وہی ہے جو صحرالامد مترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے جو بحوالہ بخاری پہلے

گزر چکی ہم اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے منکر نہیں ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان کے ساتھ احسان و سلوک اور ان کا اکرام و احترام ضروری چیز ہے روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرا نا اور نہیں 'حسب و نسب میں اور فخر و مباہات میں بلا شک یہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ بالخصوص ان میں سے وہ جو قبیح سنت نبی ہوں۔ جیسے کہ اسلاف کی روش حتیٰ یعنی حضرت عباس اور آل عباسؑ کی یہ حضرت علیؑ اور آل علیؑ کی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خلیے میں فرمایا ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عزت اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض پر میرے پاس نہ آئیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؑ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ قریشی جب آپس میں ملتے ہیں تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن ہم سے اس ہنسی خوشی کے ساتھ نہیں ملتے۔ یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ کے لئے اور اس کے رسول کی وجہ سے تم سے محبت نہ رکھے اور روایت میں ہے کہ حضرت عباؑ نے کہا قریشی باتیں کرتے ہوئے ہیں ہمیں دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اسے سن کر مارے غصے کے آپ کی پیشانی پر ہل پڑ گئے اور فرمایا واللہ کسی مسلمان کے دل میں ایمان جا کر نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تم سے اللہ کے لئے اور میری قربت داری کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؑ نے فرمایا لوگو! حضورؐ کو لگاؤ حضورؐ کے اہل بیت میں رکھو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے قربت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قربت داروں کے سلوک سے بھی پیارا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا واللہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ اچھا لگا۔ اس لئے کہ تمہارا اسلام حضورؐ کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ پس اسلام کے ان دو چمکتے ستاروں کا مسلمانوں کے ان دونوں سیدوں کا جو معاملہ آل رسولؐ اور اقربائے پیغمبر کے ساتھ تھا وہی عزت و محبت کا معاملہ مسلمانوں کو آپ کے اہل بیت اور قربت داروں سے رکھنا چاہئے کیونکہ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام دنیا سے افضل یہی دونوں بزرگ خلیفہ رسولؐ تھے پس مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے حضورؐ کے اہل بیت اور کنبے قبیلے کے ساتھ عقیدت سے پیش آنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں خلیفہ سے اہل بیت سے اور حضورؐ کے کل صحابہ سے خوش ہو جائے۔ اور سب کو اپنی رضامندی میں لے لے آئیں۔

صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ پڑ بن حیان اور حصین بن مسرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے حضرت حصین نے کہا اے حضرت! آپ کو تو بڑی بڑی خبر و برکت مل گئی آپ نے اللہ کے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا آپ نے اللہ کے پیغمبرؐ کی باتیں اپنے کانوں میں سنی آپ کے ساتھ جہاد کئے آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں حق تو یہ ہے کہ بڑی بڑی فضیلتیں آپ نے سمیٹ لیں۔ اچھا اب کوئی حدیث ہمیں بھی بتائیے۔ اس پر حضرت زیدؑ نے فرمایا میرے پیغمبرؐ! سنو میری عمر اب بڑی ہو گئی حضورؐ کی رحلت کو عمر صد گزر چکا۔ بعض چیزیں ذہن میں محفوظ ہی نہیں رہیں اب تو یہی رکھو کہ جواز خود سناؤ اسے مان لیا کرو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو کہ تکلیف سے بیان کرنا پڑے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کئے اور مدینے کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس جسے خم کہا جاتا تھا کھڑے ہو کر اللہ کے رسولؐ نے ہمیں ایک خطبہ سنایا اللہ کی حمد و ثناء کی وعظ و پند کیا پھر فرمایا لوگو! میں ایک انسان ہوں کیا مجھ کو ابھی ابھی میرے پاس قاصد الہی پہنچ جائے اور میں اس کی مان لوں سنو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک تو کتاب اللہ جس میں نور و ہدایت ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کو مضبوطی سے تھامے رہو پس اس کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکید کی پھر فرمایا اور میرے اہل بیت! میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں یہ سن کر حصینؑ نے حضرت زیدؑ سے پوچھا اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت

میں داخل نہیں؟ فرمایا بے شک آپ کی بیویاں ہیں اور وہ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ہاں؟

ترمذی شریف میں ہے حضورؐ نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رہے تو بہکے نہیں ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے کتاب اللہ جو اللہ کی طرف سے ایک لٹکانی ہوئی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک آئی ہے اور دوسری چیز میری عزت میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ پس دیکھ لو کہ میرے بعد کس طرح ان میں میری جانشینی کرتے ہو؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صرف ترمذی میں یہ روایت ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت سے ترمذی میں ہے کہ عرنے والے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جسے قصوا کہا جاتا تھا خطبہ دیا جس میں فرمایا لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے کتاب اللہ اور میری عزت اہل بیت۔ ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو مد نظر رکھ کر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میرے محبت کی وجہ سے میری اہل بیت سے محبت رکھو۔ یہ حدیث اور اوپر کی حدیث حسن غریب ہے۔ اس مضمون کی اور احادیث ہم نے انما يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ الخ کی تفسیر میں وارد کر دی ہیں یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں فالحمد للہ۔

ایک ضعیف حدیث مند ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے بیت اللہ کے دروازے کا کٹہرا تھامے ہوئے فرمایا لوگو! جو مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں جو نہیں پہچانتے وہ اب پہچان کر لیں کہ میرا نام ابوذر ہے۔ سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال مثل نوح کی کشتی کے ہے اس میں جو چلا گیا اس نے نجات پائی اور جو اس میں داخل نہ ہوا ہلاک ہوا۔ پھر فرماتا ہے جو نیک عمل کرے ہم اس کا ثواب اور بڑھادیتے ہیں جیسے ایک اور آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو بڑھادیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ نیک کا ثواب اس کے بعد نیکی ہے اور برائی کا بدلہ اس کے بعد برائی ہے۔ پھر فرمان ہوا کہ اللہ گناہوں کو بخشے والا ہے اور نیکیوں کی قدر دانی کرنے والا ہے انہیں بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَأِ
اللَّهُ يَخْتَمِرْ عَلَىٰ قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقِّ الْحَقَّ
بِكَلِمَتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

کیا کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ افراء کر لیا ہے اگر اللہ چاہے تو تیرے دل پر مہر لگا دے اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور حق کو ثابت رکھتا ہے وہ سب کے بیٹے کی باتوں کو جاننے والا ہے

(آیت ۲۳) پھر فرماتا ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو نے گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام لگا دیا ہے ایسا نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور تجھے کچھ بھی یاد نہ رہتا جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَشْيَاءِ لَأَمَرْنَا لَبَسَ لَئِنْ لَمْ يَرْجِعْ بَيْنَ يَدَيْهِ لَخَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۲۴) لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی انہیں اس سزا سے نہ بچا سکتا۔ یعنی یہ اگر

ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی ہستی اسے نہ بچا سکتی۔ اس کے بعد کا جملہ وَيَمْنَعُ اللَّهُ الْخَ يَحْتِمُ پر معطوف نہیں بلکہ یہ مبتدا ہے اور مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ يَحْتِمُ پر عطف نہیں جو مجزوم ہو۔ واو کا کتابت میں نہ آتا یہ صرف امام کے رسم خط کی موافقت کی وجہ سے ہے۔ جیسے سَنَدُ الزَّيْنَابِيَّةِ میں واو لکھنے میں نہیں آئی۔ اور يَدْعُ الْإِنْسَانَ بِالشَّعْرِ میں واو نہیں لکھی گئی۔ ہاں اس کے بعد کے جملے وَيُحْيِي الْحَيَّ کا عطف يَمْنَعُ اللَّهُ الْخَ پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور مبین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے یعنی دلائل بیان فرما کر حجت پیش کر کے وہ خوب دانا و چٹا ہے۔ دلوں کے راز سینوں کے مجید اس پر کھلے ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ
بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ
يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے دور گذر فرماتا ہے ○ اور جو کچھ کرتے ہو سب جانتا ہے اور ایمان والوں اور نیک کار لوگوں کی سنتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادتی عطا فرماتا ہے اور کفار کے لئے ہی سخت مار ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے ○

توبہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۷) اللہ تعالیٰ اپنا احسان اور اپنا کرم بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر اس قدر مہربان ہے کہ بد سے بد گنگنا رہ بھی جب اپنی بد کرداری سے باز آئے اور غلوں کے ساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے کرم و رحم سے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اپنا فضل اس کے شامل حال کر دیتا ہے جیسے اور آیت میں ہے وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ أَوْ يَنْهَئِ الْيَدَيْنِ عَنْ عَمَلٍ يُحْسِنُ فَإِنَّهُ يَنْتَظِرُ عَذَابَ اللَّهِ الْكَبِيرِ ﴿٢٨﴾ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔

صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہو گئی ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کے عاجز آ کر کسی درخت تلے پڑا ہو اور اپنی جان سے بھی تقریباً ہاتھ دھو بیٹھا، اونٹنی سے بالکل مایوس ہو گیا کہ یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے یہ فوراً اٹھ بیٹھتا ہے اس کی تکمیل تمام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشا اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ بے شک تو میرا غلام ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے۔ ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس شخص کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہو گیا ہو جو اسے دفعتاً مل جائے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے جب یہ مسئلہ چھوچھا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے برا کام کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نکاح میں کوئی حرج نہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ توبہ تو مستقبل کے لئے قبول ہوتی ہے اور برائیاں گزشتہ معاف کر دی جاتی ہیں۔

تمہارے ہر قول و فعل اور ہر عمل کا اسے علم ہے باوجود اس کے جھکنے والے کی طرف مائل ہوتا ہے اور توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کی دعا قبول فرماتا ہے وہ خود اپنے لئے دعا کریں خواہ دوسروں کے لئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے مجاہد ساتھیوں سے فرماتے ہیں تم ایمان دار ہو اور جنتی ہو اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ رومی اور فارسی جنہیں تم قید کر لائے ہو کیا عجب کہ یہ بھی جنت میں پہنچ جائیں کیونکہ ان میں سے جب تمہارا کام کوئی کر دیتا ہے تو تم اسے کہتے ہو اللہ تم پر رحم کرے تو نے بہت اچھا کام کیا اللہ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا وغیرہ اور قرآن کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے پھر آپ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت فرمایا۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ ان کی منتہا ہے الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ جو بات کو مان لیتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں اور جیسے فرمایا اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ - ابن ابی حاتم میں ہے کہ اپنے فضل سے زیادتی دیتا یہ ہے کہ ان کے حق میں ایسے لوگوں کی سفارش قبول فرمالے گا جن کے ساتھ انہوں نے کچھ سلوک کیا ہو۔

حضرت ابراہیم خلیفہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے وہ اپنے بھائیوں کی سفارش کریں گے اور انہیں زیادہ فضل ملے گا یعنی بھائیوں کے بھائیوں کو بھی شفاعت کی اجازت ہو جائے گی۔ مومنوں کی اس عز و شان کو بیان فرما کر کفار کی بد حالی بیان فرمائی کہ انہیں سخت دردناک اور گھبراہٹ والے عذاب ہوں گے پھر فرمایا اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی ان کی ضرورت سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ خستہ میں آ کر دنیا میں ملے پڑ جاتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے ایک دوسرے کو پھونک دیتے بھونکھاتے۔ سرکشی اور طغیان تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی۔ اسی لئے حضرت قتادہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لا باہلی پائی نہ آئے۔ اس مضمون کی پوری حدیث کے مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر دنیا کی فحاش کا ہے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر فرماتا ہے وہ ایک انداز سے روزیاں پہنچا رہا ہے بندے کی صلاحیت کا اسے علم ہے۔ غنا اور فقری کے مستحق کا وہ خوب جانتا ہے۔ قدسی حدیث شریف میں ہے میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالدار کی میں ہی ہے اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے۔ اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کر لیں اور تو گھر بن جائیں تو اس حالت میں گویا ان کا دین فاسد کردوں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنْزِلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهُ
وَهُوَ الْعَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۵۸﴾

وہی ہے جو لوگوں کے نامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلادیتا ہے وہی ہے کارساز اور قابلِ حمد و ثناء

(آیت: ۵۸) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ بارانِ رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت میں بارش برساتا ہوں ان کی ناامیدی اور شکسالی ختم ہو جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے۔ امیر المومنین خلیفہ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المومنین! قحط سالی ہو گئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اب ان شاء اللہ ضرور بارش ہوگی پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ۵۸ وہ ولی و معید ہے۔ یعنی مخلوقات کے تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں اس کے کام قابلِ ستائش و تعریف ہیں۔ مخلوق کے بھلے کو وہ دیکھتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۖ وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کی پیدائش ہے اور ان میں جانداروں کا پھیلانا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے ○ جب چاہے انہیں جمع کر دے جنہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرکوت کا بدلہ ہے اور بھی تو بہت سی باتوں سے وہ درگزر فرما لیتا ہے ○ تم (میں) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو تمہارے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار ○

آفات اور تکالیف سے خطاؤں کی معافی ہوتی ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۳۱) اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے کہ آسمان و زمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان میں کی ساری مخلوق بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ فرشتے انسان جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا جب کہ ان کے حواس گم ہو چکے ہوں گے اور ان میں عدل و انصاف کیا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے لوگو! تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب دراصل تمہارے اپنے کئے گناہوں کا بدلہ ہیں اور ابھی تو وہ غفور و رحیم اللہ تمہاری بہت سی حکم عدولیوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور انہیں معاف فرما دیتا ہے اگر ہر اک گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو جو تکلیف سختی، غم اور پریشانی ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ ایک کا ٹانگہ لگنے کے عوض بھی۔ جب آیت فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا لَّحَاقًا بِهِ اجرہ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا کھا رہے تھے آپ نے اس سے نہ کھانے سے ہاتھ ہٹا لیا اور کہا یا رسول اللہ! کیا ہر برائی بھلائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا سنو طبیعت کے خلاف جو چیزیں ہوتی ہیں یہ سب برائیوں کے بدلے ہیں اور ساری نیکیاں اللہ کے پاس جمع شدہ ہیں۔ حضرت ابوداؤد لیں فرماتے ہیں یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں آؤ میں تمہیں کتاب اللہ شریف کی افضل تر آیت سناؤں اور ساتھ ہی حدیث بھی۔ حضورؐ نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور میرا نام لے کر فرمایا سن میں اس کی تفسیر بھی تجھے بتا دوں تجھے جو بیاریاں سختیاں اور بلائیں آفتیں دنیا میں پہنچتی ہیں وہ سب بدلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے بہت زیادہ ہے کہ پھر انہی پر آخرت میں بھی سزا کرے اور اکثر برائیاں معاف فرماتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بالکل ناممکن ہے کہ دنیا میں معاف کی ہوئی خطاؤں پر آخرت میں پکڑے۔ (مسند احمد)

ابن ابی حاتم میں یہی روایت حضرت علیؑ ہی کے قول سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ ابو جحیفہ جب حضرت علیؑ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جسے یاد رکھنا ہر مومن کا فرض ہے پھر یہ تفسیر آیت کی اپنی طرف سے کر کے سنائی۔ مسند میں ہے کہ مسلمان کے جسم میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔ مسند ہی کی اور حدیث میں ہے جب ایمان دار بندے کے گناہ بڑھ جاتے اور اس کے کفارے کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہوتی تو اللہ اسے کسی رنج و غم میں مبتلا کر دیتا ہے

اور وہی اس کے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس آیت کے اترنے پر حضورؐ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ لکڑی کی ذرا سی خراش ہڈی کی ذرا سی تکلیف یہاں تک کہ قدم کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہے اور ابھی اللہ کے غنوکے ہوئے بہت سے گناہ تو یونہی مٹ جاتے ہیں۔ ابن ابی حاتم ہی میں ہے کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت حسنؒ نے کہا آپ کی یہ حالت تو دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی بہت سے گناہ تو اللہ معاف فرما چکا ہے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔ ابوالہول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علاء بن بدڑ سے کہا کہ قرآن میں تو یہ آیت ہے اور میں ابھی نابالغ بچہ ہوں اور اندھا ہوا گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے ماں باپ کے گناہوں کا بدلہ ہے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر بھول جانے والا یقیناً اپنے کسی گناہ میں پکڑا گیا ہے۔ اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا بتاؤ تو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی کہ انسان یاد کر کے کلام اللہ بھول جائے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنَّ يَاسِينَ ۝
الزَّبَحَ فَيُظَلِّلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ
عَنْ كَثِيرٍ ۝ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ
مِنْ مَحِيصٍ ۝

اور یا میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیاں میں سے ہیں ○ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے اور یہ کشتیاں سمندروں پر رکی کی رکی رہ جائیں یقیناً اس میں ہر مہر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں ○ یا نبی ان کے کتوتوں کے باعث جاہ کر دے وہ تو بہت سی قصصوں سے درگزر فرمایا کرتے ہیں ○ تاکہ ہماری نشانیاں میں جو لوگ الجھتے ہیں وہ معلوم کر لیں کہ ان کے لئے کوئی چھٹکارا نہیں ○

سمندروں کی تغیر قدرت الہی کی نشانی ☆ ☆ (آیت ۳۳-۳۵) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو سحر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں ان میں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو ادھر ادھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضے میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے پھر توباد بان بنے گا رہو جائیں اور کشتی کرکھڑی ہو جائے۔ ہر وہ شخص جو غیبتوں میں مہر کا اور آسانوں میں شکر کا عادی ہو اس کے لئے تو بڑی عبرت کی جائے وہ رب کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوا نکلیں گدھ کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرمایا ہے اور اگر سب گناہوں پر بکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔

علماء تفسیر نے یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کر دے تیز و تند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے اور

اھر کر دئے، سنبھالے نہ سنبھل سکے، جہاں جاتا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یوں سرگشتہ و حیران ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر ہوا بند کر دے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اور اگر تیز کر دے تو بھی ناکامی۔ لیکن یہ اس کا لطف و کرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوا نہیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے دنیا تباہ ہو جائے، اگر بہت ہی برسا دے تو ترسالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے اور دنیا ہلاک ہو جائے۔ ساتھ ہی یمن کی کثرت طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے۔ یہاں تک کہ رب کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے۔ وہاں کثرت سے یمن برساتا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے۔ وہاں کمی سے۔

پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانوں سے جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں۔ ہم اگر انتقام لینا چاہیں ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو وہ چھوٹ نہیں سکتے۔ سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں اِنْفُسِبْحَانَهُ مَا اَعْظَمَ شَانَهُ۔

فَمَا اَوْتَيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانی دنیا کا کچھ بونہی سا سہا ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ اس سے درجہا بہتر اور پائیدار ہے وہ ان کے لئے ہے ○ جو ایمان لائے ہیں اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے رہتے ہیں اور غصے کے وقت بھی معاف کر دیا کرتے ہیں ○ درگزر کرنا بدلہ لینے سے بہتر ہے: ☆ ☆ (آیت ۳۶-۳۷) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے قدری اور اس کی حقارت بیان فرمائی کہ اسے جمع کر کے کسی کو اس پر اترانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ فانی چیز ہے بلکہ آخرت کی طرف رغبت کرنی چاہئے۔ نیک اعمال کر کے ثواب جمع کرنا چاہئے جو سرمدی اور باقی چیز ہے۔ پس فانی کو باقی پر، کی کو زیادتی پر ترجیح دینا عظمیٰ نہیں اب اس ثواب کے حاصل کرنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں کہ ایمان مضبوط رہا کہ دنیاوی لذتوں کے ترک پر مبر ہو سکے۔ اللہ پر کامل بھروسہ ہوتا کہ مبر پر اس کی امداد ملے اور احکام الہی کی بجا آوری اور نافرمانیوں سے اجتناب آسان ہو جائے۔ کبیرہ گناہوں اور فحش کاموں سے پرہیز چاہئے۔

اس جملہ کی تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔ غصے پر قابو چاہئے کہ عین غصے اور غضب کی حالت میں بھی خوش خلقی اور درگزر کی عادت نہ چھوٹے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے نفس کا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں اگر اللہ کے احکام کی بے عزتی اور بے توقیری ہوئی ہو تو اور بات ہے اور حدیث میں ہے کہ بہت زیادہ غصے کی حالت میں بھی آپ کی زبان سے اس کے سوا اور کچھ الفاظ نہ نکلنے کے فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں مسلمان پست و ذلیل ہونا تو پسند نہیں کرتے تھے لیکن غالب آکر انتقام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ درگزر کر جاتے اور معاف فرما دیتے۔ ان کی اور صفت یہ ہے کہ یہ اللہ کا کہا کرتے ہیں رسول کی اتباع کرتے ہیں جس کا وہ حکم کرے بجالاتے ہیں جس سے وہ روکے رک جاتے ہیں نماز کے پابند ہوتے ہیں۔ جو سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۝

اور اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو نعم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں ہمارے نام دیتے رہتے ہیں ○ اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلے لیتے ہیں ○

(آیت: ۳۸-۳۹) بڑے بڑے امور میں بغیر آپس کی مشاورت کے ہاتھ نہیں ڈالتے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو حکم الہی ہوتا ہے کہ شاورہم فی الامر یعنی کام میں ان سے مشورہ کر لیا کرو۔ اسی لئے حضور کی عادت تھی کہ جہاد وغیرہ کے موقع پر لوگوں سے مشورہ کر لیا کرتے تاکہ ان کے جی خوش ہو جائیں اور اسی بنا پر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپ کو زخمی کر دیا گیا اور وفات کا وقت آ گیا تھا آدمی مقرر کر دیئے کہ یہ اپنے مشورے سے میرے بعد کسی کو میرا جانشین مقرر کریں۔ ان چھ بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

پس سب نے با اتفاق رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا۔ پھر ان کا جن کے لئے آخرت کی تیاری اور وہاں کے ثواب ہیں ایک اور وصف بیان فرمایا کہ جہاں یہ حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں کرتے۔ اپنے مال میں محتاجوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک و احسان کرتے رہتے ہیں اور ایسے ذلیل پست اور بے زور نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے سچے سے نجات دلاؤں لیکن ہاں اپنی شرافت کی وجہ سے غالب آ کر پھر چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر فرمایا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرما دے اور جیسے کہ سردار انبیاء رسول اللہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسی (۸۰) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

اور اسی طرح آپ نے غوث بن حارث کو معاف فرما دیا یہ وہ شخص ہے کہ حضور کے سوتے ہوئے اس نے آپ کی تلوار پر قبضہ کر لیا جب آپ جاگے اور اسے ڈانٹا تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے صحابہ کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ قصہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرما دیا اور جانے دیا۔ اسی طرح لبید بن عاصم نے جب آپ پر جادو کیا تو علم و قدرت کے باوجود آپ نے اس سے درگزر فرمایا۔ اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ کو زہر دیا تھا آپ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا اور قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے باوجود بھی آپ نے اسے بڑے واقعہ کو آنا جاننا کر دیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا یہ مرجب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شائے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور کے سامنے پیش کیا تھا خود شائے نے ہی آنحضرت کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اگر آپ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں

تو ہمیں آپ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال کر لینے پر بھی رسول اللہؐ نے اسے چھوڑ دیا۔ معاف فرمادیا گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی۔ اس لئے کہ اسی زہر اور زہر ہلے کھانے سے حضرت بشر بن براہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی۔ اور بھی حضورؐ کے غمخوار گزر کے ایسے بہت سے واقعات ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَجَزَا سَيِّئَةً سَيِّئَةً مِّثْلَهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۚ وَكُلَّمَا نَبَاكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَيِّئَةٍ

برائی کا بدلہ ایسی جسی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور صلح کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے نبی الواقع اللہ تعالیٰ خالقوں کو دہشت نہیں رکھتا اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد براہِ کد بدلے لے لے تو ایسے لوگوں پر اہرام کا کوئی راستہ نہیں O

(آیت: ۴۰-۴۱) ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے۔ جیسے فرمایا فَمَنْ اغْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اغْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ اور آیت میں ہے وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوِفْتُمْ بِهِ ان سب آیات کا مطلب یہی ہے۔ لیکن انصافیت اسی میں ہے کہ غمخوار گزر دیا جائے۔ جیسے فرمایا وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ یعنی خاص رضوں کا بھی بدلہ ہے پھر اسے معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے اور صلح و صفائی کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے درگزر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھاتا ہے لیکن جو بدلے میں اصل جرم سے بڑھ جائے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف سے سمجھی جائے گی پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا اسے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ابن عونؒ فرماتے ہیں میں اس لفظ انْتَصَرَ کی تفسیر کی طلب میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جلعان نے بروایت اپنی والدہ ام محمد کے جو حضرت عائشہؓ کے پاس جایا کرتی تھیں بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کے ہاں حضورؐ گئے۔ اس وقت حضرت زینبؓ وہاں موجود تھیں۔ آپ کو معلوم نہ تھا صدیقہؓ کی طرف جب آپؐ نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہؓ نے اشارے سے بتایا اس وقت آپؐ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت زینبؓ نے صدیقہؓ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضورؐ کی ممانعت پر بھی خاموش نہ ہوئیں تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینبؓ عاجز آ گئیں اور سیدہؓ حضرت علیؓ کے پاس گئیں اور کہا عائشہؓ تمہیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ حاضر حضورؐ ہوئیں آپؐ نے ان سے فرمایا قسم رب کعبہ کی! عائشہؓ سے میں محبت رکھتا ہوں۔ یہ تو اسی وقت واپس چلی گئیں اور حضرت علیؓ سے سارا واقعہ کہہ سنایا پھر حضرت علیؓ آئے اور آپؐ سے باتیں کیں۔

یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زینبؓ قصہ میں بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچی آئیں اور حضورؐ سے حضرت صدیقہؓ کی نسبت کچھ کہا پھر حضرت عائشہؓ سے لڑنے لگیں، لیکن مائی صاحبہؓ نے خاموشی اختیار کی جب وہ بہت کہہ چکیں تو آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے۔ پھر جو صدیقہؓ نے جواب دینے شروع کئے تو حضرت زینبؓ کا تھوک خشک ہو گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکیں اور حضورؐ کے چہرے سے وہ صدمہ ہٹ گیا۔ حاصل یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے لے۔ بزار میں ہے ظالم کے لئے جس نے بد دعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔ یہی حدیث ترمذی میں ہے لیکن اس کے ایک راوی میں کچھ کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے حرج و گناہ ان پر

ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور زمین میں بلا وجہ شرفساد کریں۔

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ
وَعَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہیں ○ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہی اہمیت کے کاموں میں سے ایک کام ہے ○

(آیت: ۴۲-۴۳) چنانچہ صحیح حدیث میں ہے دو برا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے جب کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے، ایسے فساد کی قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنایا ہوا ہے۔ میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور میرا بصر مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا ابو عبد اللہ! تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ، پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علماء بن زیاد نے اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عاقل بنایا تو انہوں نے اسے لکھا کہ حمد و صلوة کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کہنا کہ تیری کبریا جو مجھ سے خالی رہے، تیرا بیٹ حرام سے بچ جائے، تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں، تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ ہاتھ نہ رہے گی یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔ مروان نے کہا اللہ جانتا ہے اس نے بچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی۔ اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ مروان نے کہا بہت اچھا۔ (ابن ابی حاتم)

پس ظلم والی ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دے کر اب الفضلیت کی طرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا برداشت کر لے اور برائی سے درگزر کر لے اس نے بڑی بہادری سے کام کیا۔ جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جب تم سے آکر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کر دو کہ بھائی معاف کر دو، معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے۔ اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلے لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے۔ ستم معاف کر دینے والا تو آرام سے میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات منتظر رہتا ہے اور جو رتو زو سوتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ آپ تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے، حضرت صدیق خاموش تھے لیکن جب کہ اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا۔ اس پر حضور ناراض ہو کر وہاں سے چل دیے۔ حضرت ابو بکر سے نہ ہا گیا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے، سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر اٹھ کے چلے آئے؟ آپ نے فرمایا سونج جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا، جب تم آپ بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور

آئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو اس سے پہلے پوشیدہ کئے ہوتے تھے وہ ان کے سامنے آگئی۔

بات یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ بھیج بھی دیئے جائیں تب بھی وہی کریں گے جس سے منع کئے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ پھر فرمایا یہ جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت برس رہی ہوگی عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو لٹک رہے ہوں گے۔ خوف زدہ اور حواس باختہ ہو رہے ہوں گے لیکن جس سے ڈر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے وہم و گمان سے بھی زیادہ عذاب انہیں ہوگا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے اس وقت ایمان دار لوگ کہیں گے کہ حقیقی نقصان یافتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ساتھ اپنے والوں کو بھی جہنم واصل کیا۔ یہاں کی آج کی ابدی نعمتوں سے محروم رہے اور انہیں بھی محروم رکھا۔ آج وہ سب الگ الگ عذاب میں مبتلا ہیں۔ دائمی ابدی اور سرمدی سزائیں بھگت رہے ہیں اور یہ ناامید ہو جائیں آج کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے جہز اسکے یا تخفیف کرا سکے۔ ان گمراہوں کو خلاصی دینے والا کوئی نہیں۔

اَسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّآتِیَکُمْ یَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَہٗ
مِّنَ اللّٰہِ مَا لَکُمْ مِّنْ مَّلْجَا یَوْمَیْذٍ وَمَا لَکُمْ مِّنْ
تَّکْوِیْنٍ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاکَ عَلَیْہُمْ حَفِیْظًا اِنْ
عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاِنَّا اِذَا اَذْقَفْنَا الْاِنْسَانَ مِثْلًا رَّحْمَةً
فَرِحَ بِہَا وَلَنْ تُصْبِحَ سَیِّئَةًۢ بِمَا قَدَّمْتَ اَیْدِیْہُمْ فَاِنَّ
الْاِنْسَانَ کَفُوْرٌۭ

اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔ تمہیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی۔ اگر یہ نہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تیرے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہم جب کبھی انسان کو اپنی مہربانی کا حذر چھٹاتے ہیں تو وہ اس پر اترا جاتا ہے اور اگر انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو پتھک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ○

آسانی میں شکر، تنگی میں صبر، مومنوں کی صفت ہے: ☆ ☆ (آیت: ۴۷-۴۸) چونکہ اوپر یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن بڑے ہیبت ناک واقعات ہوں گے وہ سخت مصیبت کا دن ہوگا تو اب یہاں اس سے ڈرا رہا ہے اور اس کے لئے تیار رہنے کو فرماتا ہے کہ اس اچانک آجانے والے دن سے پہلے ہی پہلے اللہ کے فرمان پر پوری طرح عمل کرلو۔ جب وہ دن آجائے گا تو تمہیں نہ تو کوئی جائے پناہ ملے گی نہ ایسی جگہ کہ وہاں انجان بن کر ایسے چھپ جاؤ کہ پچھانے نہ جاؤ اور نہ نظر پڑے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرک نہ مانیں تو آپ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجئے انہیں ہدایت پر لا کھڑا کر دینا آپ کے ذمے نہیں کیا کام اللہ کا ہے۔ آپ پر صرف تبلیغ ہے حساب ہم خود لے لیں گے۔ انسان کی حالت یہ ہے کہ راجحت میں بدست بن جاتا ہے اور تکلیف میں ناشکرا پن کرتا ہے۔ اس وقت اگلی نعمتوں کا بھی منکر بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے عورتوں سے فرمایا صدقہ کرو میں نے تمہیں زیادہ تعداد میں جہنم میں دیکھا ہے۔ کسی عورت نے پوچھا یہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تمہاری شکایت کی زیادتی اور اپنے خاندانوں کی ناشکری کی وجہ سے۔ اگر تو ان میں سے کوئی تمہارے ساتھ ایک زمانے تک احسان کرتا رہے پھر ایک دن چھوڑ دے تو تم کہہ دو گی کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی راحت پائی ہی نہیں۔ فی الواقع اکثر

مورتوں کا یہی حال ہے لیکن جس پر اللہ رحم کرے اور نیکی کی توفیق دے دے اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے۔ پھر تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر راحت پر شکر ہر رنج پر صبر پس ہر حال میں نیکی حاصل ہوتی ہے اور یہ وصف بجز مومن کے کسی اور میں نہیں ہوتا۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقْ مَا يَشَآءُ يَهَبْ لِمَنْ يَشَآءُ
اِنَاثًا وَيَهَبْ لِمَنْ يَشَآءُ الذَّكَوْرَ ۗ اَوْ يَزَوْجُهُمْ ذَكَرًا
وَاِنَاثًا وَيَجْعَلْ مِنْ يَشَآءٍ عَقِيْمًا ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَمَا
كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَرَآئِ
حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۗ اِنَّهٗ عَلِيٌّ
حَكِيْمٌ ۝

آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے ○ یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے یا بچہ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے ○ یا ممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ کلام کرے مگر بطور وحی کے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ حکم الہی جو وہ چاہے وحی کرے یا نیک وہ بزرگ ہے حکمت والا ہے ○

اولاد کا اختیار اللہ کے پاس ہے: ☆ ☆ (آیت: ۴۹-۵۰) فرماتا ہے کہ خالق ممالک اور متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جو چاہے پیدا کرے اور نہ بنائے جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ۔ اور جسے چاہے لا ولد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ پس یہ چار قسمیں ہوں گی۔ لڑکیوں والے، لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ۔ وہ عظیم ہے ہر شے کو جانتا ہے۔ قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنائیں۔ یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا۔ حضرت آدم صرف مٹی سے پیدا ہوئے نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا صرف مرد سے پیدا ہوئی باقی کل انسان مرد و عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ کے وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں ہو گئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ کے علم و قدرت کی نشانی۔

قرآن حکیم شفا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۵۱) مقامات و مراتب و کیفیات وحی کا بیان ہو رہا ہے کہ کبھی تو حضور کے دل میں وحی ڈال دی جاتی ہے جس کے وحی اللہ ہونے میں آپ کو کوئی شک نہیں رہتا جیسے صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی شخص جب تک اپنی روزی اور اپنا وقت پورا نہ کر لے ہرگز نہیں مرتا۔ پس اللہ سے ڈرو اور روزی کی طلب میں اچھائی اختیار کرو۔ یا پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ سے کلام ہوا کیونکہ انہوں نے کلام سن کر جمال دیکھنا چاہا لیکن وہ پردے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے لیکن تیرے

باپ سے آنے والے سامنے کلام کیا۔ یہ جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں شہید کئے گئے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کلام عالم برزخ کا ہے۔ اور آیت میں جس کلام کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا کا کلام ہے۔ یا اپنے قاصد کو بھیج کر اپنی بات اس تک پہنچائے۔ جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ فرشتے انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے رہے۔ وہ علو اور بلندی اور بزرگی والا ہے۔ ساتھ ہی حکیم اور حکمت والا ہے۔

وَكَذَلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا
الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نُّهْدِيْ بِهٖ مَّنْ نَّشَاءُ
مِّنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۶۰ صِرَاطِ اللّٰهِ
الَّذِيْ لَهُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ
الْاُمُوْر ۝۶۱

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے تو اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا کر اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا ہدایت کر دی ہے جب تک تو راہ راست کی رہبری کر رہا ہے ○ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آگاہ و راسخ کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ○

(آیت: ۵۹-۶۰) روح سے مراد قرآن ہے۔ فرماتا ہے اس قرآن کو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔ کتاب اور ایمان کو جس تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے تو اس سے پہلے جانتا بھی نہ تھا لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے ایمان دار بندوں کو راہ راست دکھائیں جیسے اور آیت میں ہے قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ دے کہ یہ ایمان والوں کے واسطے ہدایت و شفا ہے اور بے ایمانوں کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں پھر فرمایا کہ اے نبی! تم صریح اور مضبوط حق کی رہنمائی کر رہے ہو پھر صراط مستقیم کی تشریح کی اور فرمایا اسے شرع مقرر کرنے والا خود اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ آسمانوں زمینوں کا مالک اور رب وہی ہے۔ ان میں تصرف کرنے والا اور حکم چلانے والا بھی وہی ہے۔ کوئی اس کے کسی حکم کو نال نہیں سکتا۔ تمام امور اس کی طرف پھیرے جاتے ہیں وہی سب کاموں کے فیصلے کرتا ہے اور حکم کرتا ہے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جو اس کی نسبت ظالم اور منکرین کہتے ہیں۔ وہ بلند یوں اور بڑائیوں والا ہے۔ الحمد للہ سورہ شوریٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الزخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدٌ ۝۱۰ وَالْكِتَابِ الْمُبِیْنِ ۝۱۱ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝۱۲ وَاِنَّهٗ فِیْ اُمِّ الْكِتَابِ لَعِلٰی حَكِیْمٌ ۝۱۳ اَفَنْضِرُ
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ۝۱۴

زمانے کے لوگوں سے زیادہ زور آور و باہمت اور توانا ہوں والے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے تعداد میں اور قوت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اگلوں کی مثالیں گزریں یعنی عاقبت سزا میں عبرتیں۔ جیسے اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے ہم نے انہیں گزروے ہوئے اور بعد والوں کے لئے عبرتیں بنادیا۔ اور جیسے فرمان ہے سُنُّهُ اللّٰهُ الْيَوْمَ اَرْخِ الْيَمِيْنُ اللّٰهُ كَاطِرٌ لِّقَدْحٍ جَوَابُ بَنَدُوں میں پہلے سے چلا آیا ہے اور تو اسے بدلنا ہونا نہ پائے گا۔

وَلٰٓئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمُ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً ان کا یہی جواب ہوگا کہ انہیں غالب دوانا اللہ نے ہی پیدا کیا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور چھوٹا بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے کر دیئے تاکہ تم راہ پا لیا کرو ○

اصلی زوارہہ تقویٰ ہے ☆ ☆ (آیت ۹-۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی! اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اس کی وحدانیت کو جان کر اور مان کر عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جس نے زمین کو فرش اور ٹھہری ہوئی قرار گاہ اور ثابت مضبوط بنایا جس پر تم چلو پھرو رہو سہو اٹھو بیٹھو سو جاؤ۔ حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ٹپنے جلنے سے روک دیا ہے اور اس میں راستے بنادیئے ہیں تاکہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ سکو۔

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلَدَةً مَّيْتًا ۝
كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ
لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوُوْا عَلٰی
ظُهُوْرِهِمْ ثُمَّ تَذْكُرُوْنَ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا
سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرْنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا
لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اسی نے آسمان سے ایک انداز کے مطابق پانی نازل فرمایا اس سے مراد کہ کوندہ گرد یا اسی طرح تم کا لے جاؤ گے ○ جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور تمہاری سواری کے لئے چوہے چائو پیدا کئے ○ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہو کر دو پھر رہے ہو اس کی نعمت کو یاد کر دو جب تم ایک ٹھاک بیٹھ جاؤ کہو پاک ذات ہے اس اللہ کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا باوجودیکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی ○ اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ○

(آیت ۱۱-۱۳) اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برساتی جو کفایت ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں اور پانی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے۔ پھر اس مینہ سے مردہ زمین زندہ کردی، خشکی تری سے بدل گئی، جنگل لہلہ اٹھے، پھل پھول اگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے۔ پھر اسی کو مردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی دلیل بنایا اور فرمایا اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے کھیتیاں، پھل پھول، ترکاریاں اور میوے وغیرہ طرح طرح کی چیزیں اس نے پیدا کر دیں۔ مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے۔ کشتیاں سمندروں کے سفر کے لئے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کے لئے مہیا کر دیئے۔ ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو، نہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں، بہت سے تمہاری سواریوں کے کام آتے ہیں۔ تمہارے بوجھ ڈھونے ہیں تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب خرے سے ان پر سوار ہوتے ہو۔ اب تمہیں چاہئے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقت ور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یوں کہو کہ وہ اللہ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قائل نہ تھے نہ ہم مانتی اس طاقت تھی اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ اس آمدورفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو۔ جیسے کہ دنیا کے گوشے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے گوشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا گوشے لے لیا کرو لیکن بہترین گوشہ آخرت کا گوشہ ہے۔ اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقع پر اخروی لباس کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لباس تقویٰ افضل و بہتر ہے۔

”سواری پر سوار ہونے کے وقت کی دعاؤں کی حدیثیں“

حضرت علی بن ربیعہؓ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو رکاب میں پھر رکھتے ہی فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقَرَّبِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا اور تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پھر فرمایا سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ پھر فرمادے۔ میں نے پوچھا امیر المؤمنین آپ بیٹے کیوں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے یہ سب کچھ کیا پھر فرمادے تو میں نے بھی حضورؐ سے یہی سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب بندے کے منہ سے اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ میرے رب! مجھے بخش دے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ٹھیک جب بیٹھ گئے تو آپ نے تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا اور تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا پھر اس پر پرت لپٹنے کی طرح ہو کر فرمادے اور حضرت عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جو شخص کسی جانور پر سوار ہو کر اس طرح کرے جس طرح میں نے کیا تو اللہ عز و جل اس کی طرف متوجہ ہو کر اسی طرح فرمادے جس طرح میں تیری طرف دیکھ کر ہنسنا (مسند احمد)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تین مرتبہ بحیر کہہ کر ان دونوں آیات قرآنی کی تلاوت کرتے پھر یہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا الْبَرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلْنَا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْقَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اَصْحَبْنَا فِی سَفَرِنَا وَاحْلُقْنَا فِیْ اَهْلِنَا۔ یا اللہ! میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا طالب ہوں اور ان اعمال کا جن سے تو خوش

ہو جائے۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور ہمارے لئے دوری کو لپیٹ لے۔ پروردگار تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل و عیال کا نگہبان ہے۔ میرے معبود! ہمارے سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھروں میں ہماری جائشیں فرما اور جب آپ سفر سے واپس گھر کی طرف لوٹتے تو فرماتے اِیُّوْنَ تَأْتِیُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَابِدُوْكُمْ لِیَرْزُقَنَا حَایِدُوْنَ یعنی واپس لوٹنے والے تو پر کرنے والے انشاء اللہ عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی تعریفیں کرنے والے (مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہ)

ابولاس خزامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صدقے کے ادنوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ ﷺ نے ہماری سواری کے لئے ہمیں عطا فرمایا کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں۔ آپ نے فرمایا سنو ہراونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو پھر اسے اپنے لئے خادم بنا لو یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی سوار کرتا ہے۔ (مسند احمد) حضرت ابولاس کا نام محمد بن اسود بن خلف ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور فرماتے ہیں ہراونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہے تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ کا نام لیا کر پڑھنا اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵۸﴾
 اَتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّاَصْفَكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ هُوَ اِذَا بُشِّرَ
 اَحَدَهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ
 كَظِيْمٌ ﴿۱۶۰﴾ اَوْ مِنْ يُّنْشَوْنَ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ
 غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۶۱﴾ هُوَ جَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
 اِنَاثًا اَشْهَدُوْا خَلَقَهُمْ سَتَكْتُبُ شَہَادَتَهُمْ وَيُسْأَلُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَقَالُوا
 لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا
 يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

انہوں نے اللہ کے بعض غلاموں کو اس کا جزو شمار دیا یعنی انسان کلمہ کلاما شکر ہے ○ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں تو خورد کھ لیس اور جنہیں بیٹوں سے بگڑیدہ کیا؟ ○ ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے اللہ رحمن کے لئے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے ○ کیا (اللہ کی اولاد لڑکیاں ہیں؟) جو زیورات کی نمائش میں ملیں اور جھگڑے میں ظاہر نہ ہو سکیں؟ ○ انہوں نے اللہ تعالیٰ رحمان کے عبادت گزار فرشتوں کو عورتیں قرار دے لیا کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھی جائے گی اور ان سے اس کی باز پرس کی جائے گی ○ کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ○ انہیں اس کی کچھ خبر نہیں یہ تو صرف اٹکل بچو محبت بائیں کہتے ہیں ○

مشرکین کا بدترین فعل: ☆ ☆ (آیت: ۱۵-۲۰) اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس افتراء اور کذب کا بیان فرماتا ہے جو انہوں نے اللہ کے نام منسوب کر رکھا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ النعام کی آیت وَجَعَلُوْا اللّٰهَ الرَّحْمٰنَ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کجی اور موشی پیدا کئے ہیں ان مشرکین نے ان میں سے کچھ حصہ تو اللہ کا مقرر کیا اور اپنے طور پر کہہ دیا کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا اب جو ان کے

معبودوں کے نام کا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پھیلتا اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کو پہنچ جاتی ہے ان کی یہ تجویز کسی بری ہے؟ اسی طرح مشرکین نے لڑکے لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ سے متعلق کر دیں جو ان کے خیال میں ذلیل و خوار تھیں اور لڑکے اپنے لئے پسند کئے۔ جیسے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے اَلْکُفْرُ وَلَهُ الْاِثْنٰی تِلْکَ اِذَا قَسَمَہٗ ضَیْرٌۢ یُّکِیہَا تہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے دھنکی تقسیم ہے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جز و قرار دے لیا ہے۔ پھر فرماتا ہے ان کی اس بد نیزی کو دیکھو کہ جب یہ لڑکیوں کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں پھر اللہ کے لئے کیسے پسند کرتے ہیں؟ ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر پہنچتی ہے کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی تو منہ بسور لیتا ہے گویا ایک شرمناک اندوہ ناک خبر سنی۔ کسی سے ذکر تک نہیں کرتا اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہے۔ ذرا سا منہ نکل آتا ہے۔ لیکن پھر اپنی کامل حماقت کا مظاہرہ کرنے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ یہ خوب ترے کی بات ہے کہ خود جس چیز سے گھبرا سکیں اللہ کے لئے وہ ثابت کریں۔ پھر فرماتا ہے عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں جن کے نقصانات کی تلافی زیورات اور آرائش سے کی جاتی ہے اور بچپن سے مرتے دم تک وہ بناؤ سنگسار کی محتاج سمجھی جاتی ہیں۔ پھر بحث مباحثے اور لڑائی جھگڑے کے وقت ان کی زبان نہیں چلتی دلیل نہیں دے سکتیں عاجز رہ جاتی ہیں مغلوب ہو جاتی ہیں ایسی چیز کو جناب باری علی و عظیم کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ظاہری اور باطنی نقصان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جس کے ظاہری نقصان کو زینت اور زیورات سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جیسے کہ بعض عرب شاعروں کے اشعار ہیں۔

وما الحلی الا زینۃ من نقیصۃ یتمم من حسن اذا الحسن قعبرا

واما اذا کان الجمال موفرا کحسنک لم یحتج الی ان یزورا

یعنی زیورات کی حسن کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر پور جمال کو زیورات کی کیا ضرورت؟ اور باطنی نقصان بھی ہیں جیسے بدلہ نہ لے سکتا نہ زبان سے نہ ہمت سے۔ اس مضمون کو بھی عربوں نے ادا کیا ہے کہ یہ صرف رونے دھونے سے ہی مدد کر سکتی ہے اور چوری جیسے کوئی بھلائی کر سکتی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ رکھا ہے۔ ان سے پوچھو کہ کیا جب وہ پیدا ہوئے تو تم وہاں موجود تھے؟ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہاری ان باتوں سے بے خبر ہیں سب ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں اور قیامت کے دن تم سے ان کا سوال بھی ہوگا۔ جس سے تمہیں ڈرنا چاہئے اور ہوشیار بننا چاہئے۔ پھر ان کی مزید حماقت بیان فرماتا ہے کہ کہتے ہیں ہم نے فرشتوں کو عورتیں سمجھا، پھر ان کی مورتیں بنائیں اور پھر انہیں پوج رہے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم میں ان میں حائل ہو جاتا اور ہم انہیں نہ پوج سکتے۔ پس جب کہ ہم انہیں پوج رہے ہیں اور اللہ ہم میں اور ان میں حائل نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ ہماری یہ پوج غلط نہیں بلکہ صحیح ہے۔

پس پہلی خطا تو ان کی یہ کہ اللہ کے لئے اولاد ثابت کی دوسری خطا یہ کہ فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں قرار دیا تیسری خطا یہ کہ انہی کی پوجا پاٹ شروع کر دی جس پر کوئی دلیل و حجت نہیں صرف اپنے بڑوں اور اگلوں اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید ہے۔ چوتھی خطا یہ کہ اسے اللہ کی طرف سے مقدر مانا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر رب اس سے ناخوش ہوتا تو ہمیں اتنی طاقت ہی نہ دیتا کہ ہم ان کی پرستش کریں اور یہ ان کی صریح جہالت و خباثت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سراسر ناخوش ہے۔ ایک ایک پیغمبر اس کی تردید کرتا رہا ایک ایک کتاب اس کی براہی بیان کرتی رہی۔ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ یَعْنٰہُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنۡ اَعْبُدُوْا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ اِنَّ ہِیَ اَبْرٰتُہُمْ فِیْہِمْ نَے رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسرے کی عبادت سے بچو۔ پھر بعض تو ایسے لکے جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور بعض ایسے بھی

لکھے جن پر گمراہی کی بات ثابت ہو چکی، تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا برا مشر ہوا؟ اور آیت میں ہے - وَ سَفَّلَ مِنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا الرَّحْمَنُ يَعْنِي تُوَانِ رسولوں سے پوچھ لے جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ کیا ہم نے اپنے سوا دوسروں کی پریش کی انہیں اجازت دی تھی؟ پھر فرماتا ہے یہ دلیل تو ان کی بڑی بودی ہے اور بودی یوں ہے کہ یہ بے علم ہیں۔ باتیں بتا لیتے ہیں اور جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی یہ اللہ کی اس پر قدرت کو نہیں جانتے۔

أَمْ اتَيْنَهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿۵﴾ بَلْ قَالُوا
إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُهْتَدُونَ ﴿۶﴾ وَكَذَٰلِكَ
مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ
مُتْرَفُوهُمْ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُقْتَدُونَ ﴿۷﴾
قُلْ أُولَٰئِكَ جُنُتَكُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا
إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَنْظَرْنَا
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۹﴾

کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی اور کتاب دی ہے جسے یہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں؟ ○ نہیں نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر راہ یافتہ ہیں ○ اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے جس ہستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں اسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں ○ نبیوں نے کہا بھی کہ اگرچہ میں اس سے بھڑا وہ منصوبہ دیکھ چکا ہوں کہ وہاں طریقہ سے کرا یا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اس کے منکر ہیں جسے دے کر نہیں بھیجا گیا ہے ○ پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور کچھ لے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ○

(آیت: ۲۱-۲۵) جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کا بے دلیل ہونا یا ان فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے ان کے اس شرک سے پہلے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے؟ جس سے وہ سند لاتے ہوں یعنی حقیقت میں ایسا نہیں۔ جیسے فرمایا اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا الرَّحْمٰنُ یعنی کیا ہم نے ان پر ایسی دلیل اتاری ہے جو ان کے شرک کرنے کو کہے؟ یعنی ایسا نہیں ہے پھر فرماتا ہے یہ تو نہیں بلکہ شرک کی سند ان کے پاس ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنے باپ دادوں کی تقلید کہ وہ جس دین پر تھے ہم اسی پر ہیں اور رہیں گے۔ امت سے مراد یہاں دین ہے اور آیت اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً الرَّحْمٰنُ بھی امت سے مراد دین ہی ہے۔ ساتھ ہی کہا کہ ہم انہی کی راہوں پر چل رہے ہیں پس ان کے بے دلیل دعوے کو سنا کر اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی روش ان انگوں کی بھی رہی۔ ان کا جواب بھی نبیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں یہی تقلید کو پیش کرنا تھا۔ اور جگہ ہے كَذٰلِكَ مَا اَتٰی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ یعنی ان سے انگوں کے پاس بھی جو رسول آئے ان کی امتوں نے انہیں بھی جادوگر اور دیوانہ بتایا۔ پس گویا کہ اگلے پچھلوں کے منہ میں یہ الفاظ بھر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کس کس میں یہ سب یکساں ہیں پھر ارشاد ہے کہ گویا معلوم کر لیں اور جان لیں کہ نبیوں کی تعلیم باپ دادوں کی تقلید سے بدرجہا بہتر ہے۔ تاہم ان کا برا قصد اور خدا اور ہمت دھری انہیں حق کی قبولیت کی طرف نہیں آنے دیتی پس

ایسے اذیل لوگوں سے ہم بھی ان کی باطل پرستی کا انتقام نہیں چھوڑتے، مختلف صورتوں سے انہیں توبہ والا کر دیا کرتے ہیں۔ ان کا قصہ مذکور مشہور ہے، غور و تامل کے ساتھ دیکھ لیں، لوہا اور سوچ سمجھ لو کہ کس طرح کفار پر باد کئے جاتے ہیں اور کس طرح مومن نجات پاتے ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۱﴾
إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ ﴿۳﴾
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ
الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۵﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا
بِهِ كَافِرُونَ ﴿۶﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ
الْقُرَيْتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿۷﴾

جبکہ ابراہیم نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ○ جو اس اللہ کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا ○ ابراہیم اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کرے تاکہ لوگ باز آتے رہیں ○ بلکہ میں نے ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو سامان اور اسباب دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول آ گیا ○ حق کے پہنچنے ہی یہ بول پڑے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے مستحق نہیں ○ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل کیا گیا ○

امام الموحدین کا ذکر اور دنیا کی قیمت: ☆ ☆ (آیت: ۲۶-۳۱) قریشی کفار ٹنگی اور دین کے اعتبار سے چونکہ ظلیل اللہ امام الحنفیہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو جو اپنے بندے آنے والے تمام نبیوں کے باپ اللہ کے رسول امام الموحدین تھے۔ انہوں نے کئے گفتگوں میں نہ صرف اپنی قوم سے بلکہ اپنے گھنے باپ سے بھی کہہ دیا کہ مجھ میں تم میں کوئی تعلق نہیں۔ میں سوائے اپنے سچے اللہ کے جو میرا خالق اور ہادی ہے تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں سب سے بے تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس جرأت، حق گوئی اور جوش و حید کا بدلہ یہ دیا کہ کلمہ توحید کو ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا۔ ناممکن ہے کہ آپ کی اولاد میں اس پاک کلمے کے قائل نہ ہوں۔ انہی کی اولاد اس توحیدی کلمہ کی اشاعت کرے گی اور سعید رحمت اور نیک نصیب لوگ اسی گھرانے سے توحید سیکھیں گے۔ غرض اسلام اور توحید کا معلم نہ گھرانہ قرار پایا۔

پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ یہ کفار کفر کرتے رہے اور میں انہیں متاع دنیا دینا رہا۔ یہ اور دیکھتے گئے اور اس قدر بدست بن گئے کہ جب ان کے پاس دین حق اور رسول حق آئے تو انہوں نے جھٹلانا شروع کر دیا کہ کلام اللہ اور معجزات انبیاء جادو ہیں اور ہم ان کے منکر ہیں۔ سرکشی اور ضد میں آ کر کفر کر بیٹھے۔ عناد اور بغض سے حق کے مقابلے پر ابتر آئے اور باتیں بنانے لگے کہ کیوں صاحب اگر یہ قرآن سچ ہے اللہ ہی کا کلام ہے تو پھر کے اور طائف کے کسی رئیس پر کسی بڑے آدمی پر کسی دینی وجاہت والے پر کیوں نہ اترا؟ اور بڑے آدمی سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ، عروہ بن مسعود، عمر بن عمرو، عتبہ بن ربیعہ، حبیب بن عمرو، ابن عبدالمطلب، کنانہ بن عمرو وغیرہ تھے۔ غرض یہ تھی کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے مرتبے کے آدمی پر قرآن نازل ہونا چاہئے تھا۔

اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
 بَعْضًا سُلْطَانًا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۲۵﴾ وَلَوْلَا اَنْ يَكُوْنَ
 النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرْ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُفْهًا
 مِّنْ فِصَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿۲۶﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ اَبْوَابًا وَسُرَرًا
 عَلَيْهَا يَتَّكِفُونَ ﴿۲۷﴾ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ
 الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۲۸﴾

کیا تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک دوسرے سے بلند مرتبہ کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے جسے یہ لوگ سمیٹے بھرتے ہیں اور اس سے تیرے رب کی رحمت بہت ہی بہتر ہے ○ اگر یہ بات نہ ہوئی کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ ہو جائیں تو اللہ رحمان کے ساتھ ٹکڑ کرنے والوں کے گھروں کی بچوں کو ہم چاندی کی بنا دیے اور زینوں کو بھی جن پر چڑھا کرتے ○ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تختہ بھی جن پر وہ ٹکیں گا کر بیٹھے ہیں ○ اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ جو یہ سادی بنا دیا یا فائدہ ہے اور آخرت تو تیرے رب کے نزدیک صرف پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے ○

(آیت: ۲۲-۳۵) اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری سرزد ہوتا ہے کہ کیا رحمت الہی کے یہ مالک ہیں جو یہ اسے تقسیم کرنے بیٹھے ہیں؟ اللہ کی چیز اللہ کی ملکیت وہ جسے چاہے دے پھر کہاں اس کا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسالت کا اھرام صحیح معنی میں کون ہے؟ یہ نعمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ پاک دل ہو سب سے زیادہ پاک نفس ہو سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت الہی کے تقسیم کرنے والے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی ان کے اپنے قبضے کی نہیں وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں اور فرق و تفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں۔ جس سے جب جو چاہیں سمجھیں لیں۔ عقل و فہم قوت طاقت وغیرہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے اور اس میں بھی مراتب جدا گانہ ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے کام لے کیونکہ اس کی اسے اور اس کی اسے ضرورت اور حاجت رہتی ہے۔ ایک ایک کے ماتحت رہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ تم جو کچھ دنیا جمع کر رہے ہو اس کے مقابلہ میں رب کی رحمت بہت ہی بہتر اور افضل ہے ازاں بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوئی کہ لوگ مال کو میرا افضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے شل بن جائیں تو میں تو کفار کو یہ دنیا سے دوں اتنی نوجا کہ ان کے گھر کی چیمیں بلکہ ان کے کھوسوں کی بیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ اپنے بالا خانوں پر پہنچتے اور ان کے گھروں کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی۔ میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل بھی مل جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں سہیل مل جاتے ہیں۔ کھانے پینے کے سب سے بڑے برتنے میں سے کچھ کھولیں بہم پہنچ جاتی ہیں آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو اللہ سے کچھ حاصل کر سکیں۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے اور حدیث میں ہے اگر دنیا کی قدر اللہ

کے نزدیک ایک چمچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے، ڈر ڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں رب کی خاص نعمتیں اور مخصوص رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے بالا خانہ میں گئے اور آپ نے اس وقت اپنی ازدواج مطہرات سے ایلاء کر رکھا تھا تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں تو رویے اور کہا یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شوکت و شان سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ اللہ کے برگزیدہ پیارے رسول ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضورؐ یا تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا اور فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے یہیں انہیں مل گئیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تو اس سے خوش نہیں کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو یہ دنیا میں ان کے لئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں۔ اور دنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب کی نظر میں دُنیا ذلیل و خوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چمچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو بھی اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی کا نہ پلاتا۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ
 قَرِينٌ ۖ وَالْهُمْ لَيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝
 حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَنْسِفُ
 الْقَرِينَ ۖ وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي الْعَذَابِ
 مُشْتَرِكُونَ ۖ أَفَأَنْتَ تَسْمِعُ الصَّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْى
 وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

اور جو شخص اللہ کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے ۝ وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ راہ یافتہ ہیں ۝ یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش کہ میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب جتنی دوری ہوتی تو بڑا برا ساتھی ہے ۝ جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تو تمہیں آج ہرگز تمہارا سب کا عذاب میں شامل ہونا کوئی نفع نہ دے گا ۝ کیا پس تو بہرے کو سنا سکتا ہے یا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہو؟ ۝

شیطان سے بچو: ☆ ☆ (آیت: ۳۶-۴۰) ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے ذکر سے غفلت و بے ہوشی کرے اس پر شیطان قابو پا لیتا ہے اور اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ آنکھ کی بینائی کی کمی کو عمری زبان میں عَشَىٰ فِی الْعَیْنِ کہتے ہیں۔ یہی مضمون قرآن کریم کی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے جیسے فرمایا وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ اِلَّا بِعِیْنِ جَوْفِیْ جَوَہِیْطٍ ظاہر ہو چکنے کے بعد مخالفت رسول کر کے مومنوں کی راہ کے سوا دوسری راہ کی پیروی کرے ہم اسے وہیں چھوڑیں گے اور جہنم واصل کریں گے جو بڑی بری جگہ ہے اور آیت میں

ارشاد ہے فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ یعنی جب وہ ٹیڑھے ہو گئے اللہ نے ان کے دل بھی کج کر دیے۔ ایک اور آیت میں فرمایا وَقَبَضْنَا لَهُمْ قُرْءَانَهُمْ یعنی ان کے جوہم نہیں ہم نے مقرر کر دیے ہیں وہ ان کے آگے پیچھے کی چیزوں کو زینت والی بنا کر انہیں دکھاتے ہیں۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے غافل لوگوں پر شیطان اپنا قابو کر لیتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتا ہے اور ان کے دل میں یہ خیال جمادیتا ہے کہ ان کی روش بہت اچھی ہے یہ بالکل صحیح دین پر قائم ہیں۔ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور معاملہ مکمل جائے گا تو اپنے اس شیطان سے جو ان کے ساتھ تھا برات ظاہر کرے گا اور کہے گا کاش کہ میرے اور تمہارے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب میں ہے۔ یہاں براہ اعتبار غلبے کے مشرقین یعنی دو مشرقوں کا تلفظ کبہ دیا گیا ہے جیسے سورج چاند کو قرین یعنی دو چاند کہہ دیا جاتا ہے اور ماں باپ کو ابویں یعنی دو باپ کہہ دیا جاتا ہے۔

ایک قرأت میں جانا بھی ہے یعنی شیطان اور یہ غافل انسان دونوں جب ہمارے پاس آئیں گے۔ حضرت سعید جریری فرماتے ہیں کہ کفار کے اپنی قبر سے اٹھتے ہی شیطان آ کر اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملا لیتا ہے پھر جدا نہیں ہوتا یہاں تک کہ جہنم میں بھی دونوں کو ساتھ ہی ڈالا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جہنم میں تم سب کا جمع ہونا اور وہاں کے عذابوں میں سب کا شریک ہونا تمہارے لئے نفع دینے والا نہیں۔ اس کے بعد اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ ازلی بہروں کے کان میں آپ ہدایت کی آواز نہیں ڈال سکتے، مادر زاد اندھوں کو آپ راہ نہیں دکھا سکتے، صریح گمراہی میں پڑے ہوئے آپ کی ہدایت قبول نہیں کر سکتے۔ یعنی تجھ پر ہماری جناب سے یہ فرض نہیں کہ خواہ خواہ ہر شخص مسلمان ہو ہی جائے۔ ہدایت تیرے قبضے کی چیز نہیں جو حق کی طرف کان ہی نہ لگائے جو سیدھی راہ کی طرف آنکھ ہی نہ اٹھائے جو بیکے اور اسی میں خوش رہے تو تجھے ان کی بابت کیوں اتنا خیال ہے؟ تجھ پر ضروری کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ہدایت ضلالت ہمارے ہاتھ کی چیز ہیں ہم عادل ہیں ہم حکیم ہیں ہم جو چاہیں گے کریں گے۔ تم تک دل نہ ہو جایا کرو۔

فَمَا نَذْهَبُ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ۝ أَوْ تُرِيكَ الذِّیْ وَعَدْتَهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ أُوحِیَ إِلَیْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ ۝ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۝ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ۝ وَسَعَلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا یُعْبَدُونَ ۝

ہم اگر تجھے یہاں سے لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ○ یا جو کچھ ان سے وعدہ کیا ہے وہ تجھے دکھا دیں یقیناً ہم اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں ○ پس جو تیری جانب کی گئی ہے تو اسے مضبوطی سے رو ○ یقیناً مان کہ تو راہِ راست پر ہے اور یقیناً یہ خود تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عقرب تم پر بھی جاؤ گے ○ اور ہمارے ان نبیوں کا حال معلوم کرو جنہیں ہم نے تم سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے الرحمن کے اور معبود مقرر کئے

تھے جن کی عبادت کی جائے؟ ○

(آیت: ۲۱-۲۵) پھر فرماتا ہے کہ اگرچہ ہم تجھے یہاں سے لے جائیں پھر بھی ہم ان ظالموں سے بدلہ لئے بغیر تو رہیں گے نہیں اگر ہم تجھے تیری آنکھوں سے وہ دکھا دیں جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے تو ہم اس سے عاجز نہیں۔ غرض اس طرح اور اس طرح دونوں

صورتوں میں کفار پر عذاب تو آئے گا ہی۔ لیکن پھر وہ صورت پسند کی گئی جس میں پیغمبر کی عزت زیادہ تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت نہ کیا جب تک کہ آپ کے دشمنوں کو مغلوب نہ کر دیا۔ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دیں آپ ان کی جانوں اور مالوں اور ملکیتوں کے مالک نہ بن گئے۔ یہ تو ہے تفسیر حضرت سدیؒ وغیرہ کی لیکن حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ دنیا سے اٹھائے گئے اور انتقام باقی رہ گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آپ کی زندگی میں امت میں وہ معاملات نہ دکھائے جو آپ کو ناپسندیدہ تھے۔ بجز حضورؐ کے اور تمام انبیاء کے سامنے ان کی امتوں پر عذاب آئے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب سے حضورؐ کو یہ معلوم کر دیا گیا کہ آپ کی امت پر کیا کیا وبال آئیں گے اس وقت سے لے کر وصال کے وقت تک کبھی حضورؐ کھل کھلا کر ہتے ہوئے دیکھے نہیں گئے۔ حضرت حسنؒ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ ایک حدیث میں ہے ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر مصیبت آ جائے گی۔ میں اپنے اصحاب کا ذریعہ امن ہوں میرے جانے کے بعد میرے اصحاب پر وہ آ جائے گا جس کا یہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو قرآن تھہ پر نازل کیا گیا ہے جو مرسوق و صدق ہے جو حقانیت کی سیدھی اور صاف راہ کی رہنمائی کرتا ہے تو اسے مضبوطی کے ساتھ لئے رہ۔ یہی جنت نعیم اور راہ مستقیم کا رہبر ہے۔ اس پر چلنے والا اس کے احکام کو کھانسنے والا بہک اور بھٹک نہیں سکتا یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے یعنی شرف اور بزرگی ہے۔

بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر (یعنی خلافت و امامت) قریش میں ہی رہے گا جو ان سے جھڑے گا اور جھینے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ گرائے گا جب تک دین کو قائم رکھیں اس لئے بھی آپ کی شرافت تو ہی اس میں ہے کہ یہ قرآن آپ ہی کی زبان میں اترتا ہے۔ لغت قریش میں ہی نازل ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اسے یہی سمجھیں گے۔ انہیں لائق ہے کہ سب سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ عمل بھی انہیں کا اس پر رہے۔ بالخصوص اس میں بڑی بھاری بزرگی ہے ان مہاجرین کرامؓ کی جنہوں نے اول اول سبقت کر کے اسلام قبول کیا اور ہجرت میں بھی سب سے پیش پیش رہے اور جو ان کے قدم بہ قدم چلے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے بھی کئے گئے ہیں۔ اس صورت میں یہ یاد رہے کہ آپ کی قوم کے لئے اس کا نصیحت ہونا دوسروں کے لئے نصیحت نہ ہونے کے معنی میں نہیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ یعنی بالحقین ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا پس تم عقل نہیں رکھتے؟ اور آیت میں ہے وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی اپنے خاندانی قرابت داروں کو ہوشیار کر دے۔ غرض نصیحت قرآنی رسالت نبوی عام ہے کئیہ والوں کو قوم کو اور دنیا کے کل لوگوں کو شامل ہے۔ پھر فرماتا ہے تم سے عنقریب سوال ہوگا کہ کہاں تک اس کلام اللہ شریف پر عمل کیا اور کہاں تک اسے مانا؟ تمام رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو اسے آخر الزماں رسولؐ آپ اپنی امت کو دے رہے ہیں۔ سکل انبیاء کے دعوت ناموں کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے توحید پھیلانی اور شرک کو ختم کیا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت نہ کرو۔ حضرت عبداللہ کی قرأت میں یہ آیت اس طرح ہے وَاسْتَلِ الَّذِينَ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ قَبْلَكَ رَسُولًا يَسْأَلُ تفسیر کے ہے نہ کہ تلاوت کے واللہ اعلم۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ان سے دریافت کر لے جن میں تجھ سے پہلے ہم اپنے اور رسولوں کو بھیج چکے ہیں عبدالرحمنؑ فرماتے ہیں نبیوں سے پوچھ لے۔ یعنی معراج والی رات کو جب انبیاء آپ کے سامنے جمع تھے کہ ہر نبی توحید سکھانے اور شرک منانے کی ہی تعلیم لے کر ہماری جانب سے مبعوث ہوتا رہا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿٥٨﴾ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةِ الْإِلَهِیِّ أَكْبَرَ مِنْ أُخْتِهِمْ ۖ وَآخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهُ الشُّجْرَانِ ۚ لَنَا رَبِّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ إِنَّا لَمُتُّدُونَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٦١﴾

ہم موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔ موسیٰ نے ظاہر کیا کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں ○ جب ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ بے ساختہ ان پر ہنسے لگے ○ ہم انہیں جو نشانیاں دکھلاتے تھے وہ دوسری سے بڑھی چڑھی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ باز آجائیں ○ وہ کہنے لگے اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے رب سے اس کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے یقیناً مان کہ ہم راہ پر لگ جائیں گے ○ پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا لیا انہوں نے اسی وقت اپنا قول قرار توڑ دیا ○

قلا باز بنی اسرائیل ☆ ☆ (آیت ۳۶-۵۰) حضرت موسیٰؑ کو جناب باری نے اپنا رسول و نبی معبوث فرما کر فرعون اور اس کے امراء اور اس کی رعایا قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں۔ آپ کو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرمائے۔ جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا، کلزی کا اڑ دھابن جانا وغیرہ۔ لیکن فرعونینوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ اس پر اللہ کا عذاب آیا تا کہ انہیں عبرت بھی ہو اور نبوت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل بھی ہو۔ پس طوفان آیا، نڈیاں آئیں، جوئیں آئیں، مینڈک آئے اور کھیت، مال، جان اور پھل وغیرہ کی کمی میں مبتلا ہوئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو سمجھتا اٹھتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے، انہیں رضا مند کرتے، ان سے قول قرار کرتے۔ آپ دعا مانگتے، عذاب ہٹ جاتا۔ یہ پھر سرکشی پر اتر آتے۔ پھر عذاب آتا پھر یہی ہوتا۔ ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے ان کے زمانے کے علماء کا یہی لقب تھا اور انہیں لوگوں میں علم تھا اور ان کے زمانے میں یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ انہیں تو اپنا کام نکالنا تھا۔ ہر بار اقرار کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب عذاب ہٹ جاتا تو وعدہ شکنی کرتے اور قول قرار توڑ دیتے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَآرَ سَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ میں اس پورے واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يُقَوْمِ الْيَسِّ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٦٢﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَمْهُومٌ ۚ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٦٣﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ۚ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِیْکَةُ مُقْتَرِنَتَانِ ﴿٦٤﴾ فَاسْتَحَفَّ

قَوْمَهُ فَاطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۖ فَلَمَّا أَسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ
فَاَعْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَافًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ۝۵۶

فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا اے میری قوم! کیا مصر کا ملک میرا نہیں؟ اور میرے مصلوں کے بچے یہ نہیں ہیں؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے؟ بلکہ میں بہتر ہوں بہ نسبت اس کے جو بے توقیر ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا ○ اچھا اس پر سونے کے ٹکٹن کیوں نہیں آ پڑتے یا اس کے ساتھ پر ہاندھ کر فرشتے ہی آ جاتے ○ اس نے اپنی قوم کی عقل کھودی اور انہوں نے اسی کی مان لی یقیناً یہ سارے ہی بے حکم لوگ تھے ○ پھر جب انہوں نے ہمیں مصلہ دیا یا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو ڈوبوایا ○ پس ہم نے کیا گذرا کر دی اور پھیلوں کے لئے مثال بنادی ○

فرعون کے دعوے: ☆ ☆ (آیت ۵۱-۵۶) فرعون کی سرکشی اور خود بینی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے ان میں بڑی باتیں بات کئے لگا اور کہا کیا میں تمہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات اور محلات میں نہریں جاری نہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو دیکھ نہیں رہے؟ پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقراء اورضعفاء ہیں۔ کلام پاک میں اور جگہ ہے اس نے جمع کر کے سب سے کہا میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں جس پر اللہ نے اسے یہاں کے اردو ہاں کے عذابوں میں گرفتار کیا! ام ممتی میں بل کے ہے۔ بعض قاریوں کی قرأت اَمَّا اَنَا بھی ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں اگر یہ قرأت صحیح ہو جائے تو معنی تو بالکل واضح اور صاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ قرأت تمام شہروں کی قرأت کے خلاف ہے سب کی قرأت ام استغھام کا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرعون ملعون اپنے آپ کو حضرت کلیم اللہ سے بہتر برتر بنا رہا ہے اور یہ دراصل اس ملعون کا جھوٹ ہے۔ مہین کے معنی حقیر، ضعیف، بال بے شان۔ پھر کہتا ہے موسیٰ تو صاف بولنا بھی نہیں جانتا! اس کا کلام فصیح نہیں وہ اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتا۔ بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ نے اپنے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لیا تھا جس کا اثر زبان پر باقی رہ گیا تھا۔ یہ بھی فرعون کا مکر جھوٹ اور دجل ہے۔

حضرت موسیٰ صاف گو صحیح کلام کرنے والے ذی عزت، با رب و با وقار تھے۔ لیکن چونکہ ملعون اپنے کفر کی آنکھ سے نبی اللہ کو دیکھتا تھا اس لئے اسے یہی نظر آتا تھا۔ حقیقتاً ذلیل و غبی خود تھا۔ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بھیرا اس انگارے کے جسے بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا کچھ کلفت بھی لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی تاکہ آپ لوگوں کو با آسانی اپنا مدعا سمجھا سکیں اور اگر مان لیا جائے کہ تاہم کچھ باقی رہ گئی تھی کیونکہ دعا و کلیم میں اتنا ہی تھا کہ میری زبان کی اس قدر گرہ کھل جائے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ تو یہ بھی کوئی عیب کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جیسا بنا دیا وہ ویسا ہی ہے اس میں عیب کی کون سی بات ہے؟ دراصل فرعون ایک کلام بنا کر ایک مسودہ لکھ کر اپنی جاہل رعایا کو بھڑکا اور بہکانہ چاہتا تھا دیکھتے آگے چل کر کہتا ہے کہ کیوں جی! اس پر آسان سے ہن کیوں نہیں برستا! مالدار کی تو اسے اتنی چاہئے کہ ہاتھ سونے سے پر ہوں لیکن یہ محض مفلس ہے۔ اچھا یہ بھی نہیں تو اللہ اس کے ساتھ فرشتے ہی کر دیتا جو کم از کم ہمیں باور کرا دیتے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں! غرض ہزار جتن کر کے لوگوں کو بیوقوف بنالیا اور انہیں اپنا مدعا خیال اور ہم سخن کر لیا۔ یہ خود فاسق فاجر تھے فسق و فجور کی پکار پر فوراً سمجھ گئے! پس جب ان کا پیمانہ چھلک گیا اور انہوں نے دل کھول کر رب کی نافرمانی کر لی اور رب کو خوب ناراض کر دیا تو پھر اللہ کا کوڑا ان کی پیٹھ پر برسوا اور لگے پچھلے سارے کر تو ت پر پکڑ لئے گئے! یہاں ایک ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے وہاں جہنم میں جلنے جھلنے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیا چلا جائے اور وہ اللہ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر حضور نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو فرمایا ایمان دار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر

بارے میں اس نے جو جواب دیا تھا جس پر مشرکین خوش ہوئے تھے یہ آیتیں اتریں کہ اس قول کو سنتے ہی کہ مہبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے انہوں نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ کی ذات گرامی کو پیش کر دیا اور یہ سنتے ہی مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بتانے لگے کہ ہم نے دیا لیا۔ ان سے کہو کہ حضرت عیسیٰ نے کسی سے اپنی یا کسی اور کی پرستش نہیں کرائی وہ تو خود برابر ہماری غلامی میں لگے رہے اور ہم نے بھی انہیں اپنی بہترین نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان کے ہاتھوں جو معجزات دنیا کو دکھائے وہ قیامت کی دلیل تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے اپنے مجبوروں کا جہنمی ہونا حضورؐ کی زبانی سن کر کہا کہ پھر آپ ابن مریمؑ کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ اب کوئی جواب ان کے پاس نہ رہا تو کہنے لگے واللہ یہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ مان لیا ہے ہم بھی انہیں رب مان لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو صرف بکواس ہے۔ کھیانے ہو کر بے نگاہی باتیں کرنے لگے ہیں۔

مستند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ہے مجھ سے کسی نے اس کی تفسیر نہیں پوچھی۔ میں نہیں جانتا کہ کیا ہر ایک اسے جانتا ہے یا نہ جان کر پھر بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتا پھر اور باتیں بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوئی اور آپ چلے گئے۔ اب ہمیں بڑا افسوس ہونے لگا کہ وہ آیت تو پھر بھی رہ گئی اور ہم میں سے کسی نے دریافت ہی نہ کیا۔ اس پر ابن عقیل انصاری کے مولیٰ ابو یحییٰ نے کہا کہ اچھا کل صبح جب تشریف لائیں گے تو میں پوچھ لوں گا۔ دوسرے دن جو آئے تو میں نے ان کی کل کی بات دہرائی اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو! حضور ﷺ نے ایک مرتبہ قریش سے فرمایا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہو اور اس میں خیر ہو۔ اس پر قریش نے کہا کیا عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا نبی اور اس کا برگزیدہ نیک بندہ نہیں مانتے؟ پھر اس کا کیا مطلب ہوا کہ اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ خیر سے خالی ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں کہ جب عیسیٰ ابن مریمؑ کا ذکر آیا تو یہ لوگ ہنسنے لگے۔ وہ قیامت کا علم ہیں یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا قیامت کے دن سے پہلے لگانا۔

ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت پچھلے جملے کے علاوہ ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ان کے اس قول کا کہ کیا ہمارے مجبوروں میں یہ مطلب ہے کہ ہمارے مجبور مجھ سے بہتر ہیں یہ تو اپنے آپ کو بھگانا چاہتے ہیں۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں ام ہذا ہے۔ اللہ فرماتا ہے یہ ان کا مناظرہ نہیں بلکہ مجاہدہ اور مکابرہ ہے یعنی بے دلیل جھگڑا اور بے وجہ جھگڑا بازی ہے خود یہ جانتے ہیں کہ نہ یہ مطلب ہے نہ ہمارا یہ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اولاً تو آیت میں لفظ ماہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے دوسرے یہ کہ آیت میں خطاب کفار قریش سے ہے جو اصنام و انداد یعنی بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے وہ مسیح کے بچاری نہ تھے جو یہ اعتراض ٹھکرا مانا جائے پس یہ صرف جدل ہے یعنی وہ بات کہتے ہیں جس کے غیر صحیح ہونے کو ان کے اپنے دل کو بھی یقین ہے۔ ترمذی وغیرہ میں فرمان رسولؐ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتی جب تک بے دلیل جھگڑا بازی اس میں نہ آ جائے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

ابن ابی حاتم میں اس حدیث کے شروع میں یہ بھی ہے کہ ہر امت کی گمراہی کی پہلی بات اپنے نبیؐ کے بعد نقد پر کا انکار کرنا ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک بار حضورؐ صحابہ کے مجمع میں آئے اس وقت قرآن کی آیتوں میں بحث کر رہے تھے۔ آپ سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا اس طرح اللہ کی کتاب کی آیتوں کو ایک دوسری کے ساتھ گرا کر انہیں یاد رکھو جھگڑنے کی اسی عادت نے اگلے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پھر آپ نے

مَاضِرُؤُوهٗ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصَصُونَ کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّ هُوَ الْاعْبَدُ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٥٠﴾
وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٥١﴾ وَإِنَّهُ
لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا وَاتَّبِعُونْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥٢﴾
وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطٰنُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٥٣﴾

یعنی بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشانِ قدرت بنایا ○ اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کر دیتے جو زمین میں جا نہیں کرتے ○ اور یقیناً عیسیٰ قیامت کی علامت ہے پس تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابعداری کرو یہی سیدھی راہ ہے ○ شیطان تمہیں روک نہ دے یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے ○

(آیت: ۵۹-۶۲) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے تھے۔ جن پر نبوت و رسالت کا انعام باری تعالیٰ ہوا تھا اور انہیں اللہ کی قدرت کی نشانی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہارے جا نہیں بنا کر فرشتوں کو اس زمین میں آباد کر دیتے یا یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کے جا نہیں ہوتے ہو یہی بات ان میں کر دیتے۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں یعنی بجائے تمہارے زمین کی آبادی ان سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی نشانی ہے اس کا مطلب جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے وہ کچھ ٹھیک نہیں اور اس سے بھی زیادہ دور کی بات یہ ہے کہ بقول قتادہ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ یہ کی ضمیر کا مرجع عائد ہے حضرت عیسیٰ پر۔

یعنی حضرت عیسیٰ قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ کا بیان چلا آ رہا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مراد یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے کا نازل ہونا ہے۔ جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ یعنی ان کی موت سے پہلے ایک ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے قیامت کے دن یہ ان پر گواہ ہوں گے۔ اس مطلب کی پوری وضاحت اسی آیت کی دوسری قرأت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے إِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی جناب روح اللہ قیامت کے قائم ہونے کا نشان اور علامت ہیں۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ نشان ہیں قیامت کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ سے اور یہی مروی ہے ابو العالیہؒ ابو مالکؒ عکرمہؒ حسن قتادہؒ ضحاکؒ وغیرہ سے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور متواتر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور عالم با انصاف ہو کر نازل ہوں گے۔ پس تم قیامت کا آنا یقینی جانو اس میں شک شبہ نہ کرو اور جو خبریں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میری تابعداری کرو یہی صراط مستقیم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جو تمہارا کھلا دشمن ہے تمہیں صحیح راہ سے اور میری واجب اتباع سے روک دے۔

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ
وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبُّكُمْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝
فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ
عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ ۝

جب عیسیٰ معجزے لائے اور کہہ دیا کہ میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ جن بعض چیزوں میں تم مختلف ہو انہیں واضح کر دوں آپس میں اللہ سے
ڈرو اور میرا کہا مانو ○ میرا اور تمہارا رب فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے پس تم سب اس کی عبادت کرو راہ راست یہی ہے ○ پھر نبی اسرائیل کی جماعتوں نے آپس میں
اختلاف کیا آپس ظالموں کے لئے خرابی ہے دکھالے دن کی آفت سے ○

(آیت: ۶۳-۶۵) حضرت عیسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں حکمت یعنی نبوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور نبی امور میں جو
اختلافات تم نے ڈال رکھے ہیں میں اس میں جو حق ہے اسے ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ابن جریر یہی فرماتے ہیں اور یہی قول بہتر
اور پختہ ہے پھر امام صاحب نے ان لوگوں کے قول کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ بعض کا لفظ یہاں پر کل کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل میں
بعید شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہاں بھی بعض نے مراد قائل کا خود اپنا نفس ہے نہ کہ سب نفس۔ امام صاحب نے شعر کا جو مطلب
بیان کیا ہے یہ بھی ممکن ہے۔ پھر فرمایا جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں اللہ کا لحاظ رکھو اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت گزاری کرو جو
لایا ہوں اسے مانو یقین مانو کہ تم سب اور خود میں اس کے غلام ہیں اس کے محتاج ہیں اس کے در کے فقیر ہیں اس کی عبادت ہم سب پر فرض
ہے وہ واحد ہے لا شریک ہے۔ بس یہی تو حید کی راہ راہ مستقیم ہے اب لوگ آپس میں متفرق ہو گئے، بعض تو کلمۃ اللہ کو اللہ کا بندہ اور رسول ہی
کہتے تھے اور یہی حق والی جماعت تھی اور بعض نے ان کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں اور بعض نے کہا آپ ہی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ
ان دونوں دعوؤں سے پاک ہے اور بلند و برتر ہے۔ اسی لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ان ظالموں کے لئے خرابی ہے۔ قیامت والے دن انہیں
المناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا
يَشْعُرُونَ ۝ الْآخِلَاءِ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا
الْمُتَّقِينَ ۝ يَعْبَادُ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَخَزَنُونَ ۝
الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ
وَأَزْوَاجُكُمْ تَحْبَرُونَ ۝

یہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ آجائیک ان پر آئے اور انہیں خبر بھی نہ ہو ○ اس دن انہیں گھر سے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے
پرہیزگاروں کے ○ میرے بندو! آج نہ تو تم پر کوئی خوف و ہراس ہے اور نہ تم بدل اور غمزدہ ہو گے ○ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تجھے بھی وہ فرما رہا دار

سلمان ○ تم اور تمہاری جوڑے لوگ ہشاش بشاش راضی خوشی جنت میں چلے جاؤ ○

جنت میں --- جنت کے حقدار: ☆ (آیت: ۶۹-۷۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تو یہ مشرک قیامت کا انتظار کر رہے ہیں جو محض بے سود ہے! اس لئے کہ اس کے آنے کا کسی کو صحیح وقت تو معلوم نہیں وہ اچانک اپنی بے خبری کی حالت میں آ جائے گی! اس وقت گونا گم ہوں لیکن اس سے کیا فائدہ؟ یہ اسے نامکن سمجھے ہوئے ہیں لیکن وہ نہ صرف ممکن بلکہ یقیناً آنے ہی والی ہے اور اس وقت کا یا اس کے بعد کا کوئی عمل کسی کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اس دن جو جن کی دوستیاں غیر اللہ کے لئے تھیں وہ سب عداوت سے بدل جائیں گی۔ ہاں جو دوستی صرف اللہ کے واسطے تھی وہ باقی اور دائم رہے گی۔ جیسے غلیل الرحمن علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے بتوں سے جو دوستیاں کر رکھی ہیں یہ صرف دنیا کے رہنے تک ہی ہیں قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا نہ صرف انکار کریں گے بلکہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور کوئی نہ ہوگا جو تمہاری امداد پر آئے۔

ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دو ایما انداز جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوش خبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ افلاں شخص میرا دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا، بھلائی کی ہدایت کرتا تھا، برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز اللہ سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھا جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی اسی طرح راضی ہو جا جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے لکھجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت ہنستا اور بالکل آزرده نہ ہتا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی رو میں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ دو کا جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ افلاں شخص میرا دوست تھا، تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا، برائیوں کی رغبت دلاتا تھا، بھلائیوں سے روکتا تھا اور تیری ملاقات نہ ہونے کا مجھے یقین دلاتا تھا۔ پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرتا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضب ناک ہوا۔

پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی رو میں جمع ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت مجاہدؓ اور حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی۔ ابن عباسؓ کہ میں ہے کہ جن دو شخصوں نے اللہ کے لئے آپس میں دوستانہ کر رکھا ہے خواہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہ ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔

پھر فرمایا کہ ان شخصوں سے روز قیامت میں کہا جائے گا کہ تم خوف و ہراس سے دور ہو۔ ہر طرح امن چین سے رہو کہو یہ ہے تمہارے ایمان و اسلام کا بدلہ۔ یعنی باطن میں یقین و اعتقاد کا دل اور ظاہر میں شریعت پر عمل۔ حضرت معتمر بن سلیمانؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم پر خوشی ہے نہ خوف تو تمام کے تمام اسے عام سمجھ کر خوش ہو جائیں گے وہیں

منادی کہے گا وہ لوگ جو دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے اس وقت سوائے سچے کچے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہو جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نعمت و سعادت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ سورۃ روم میں اس کی تفسیر گزرجی ہے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصَفَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَ أَكْوَابٍ وَ فِيهَا مَا تَشْتَهُيهِ
الْأَنفُسُ وَ تِلْكَ الْأَعْيُنُ وَ أَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي
أُورِثُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ
مِّنْهَا تَاكُلُونَ ۝

ان کے چاروں طرف سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگا دیا جائے گا ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں سب وہاں ہوگا اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے ○ یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو ○ یہاں تمہارے لئے کثرت سے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے ○

جنت کی نعمتیں ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۳) چاروں طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذذ و معن خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی طشتریاں رکابیاں اور پیالیاں پیش ہوں گی اور چھلکتے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے غلمان اور ادھر ادھر گردش کر رہے ہوں گے تَشْتَهُيهِ الْأَنفُسُ اور تَشْتَهُيهِ الْأَنفُسُ دووں قرأتیں ہیں۔ یعنی انہیں مزید از خوشبو والے اچھی رنگت والے من مانے کھانے پینے ملیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے نیچے درجے کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ذریعے اور مغل سونے کے اور مزد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ رنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اول سے آخر تک اس کی اشتہاء برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کر دے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ (عبدالرزاق)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا تھا تو اچھا تھا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہ چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ مسند احمد میں ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں سب سے اوٹی مرتبے کے جنتی کے بالا خانے کی سات منزلیں ہوں گی یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی۔ اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام و شراب پیش کریں گے ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہاء ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہوگی۔ یہ کہے گا کہ اے اللہ اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں۔ سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی اور اس کی بہتر پیو یاں حور عین میں سے ہوں گی اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے۔ نہ موت آئے نہ گھانا آئے نہ جگہ بدلے نہ تکلیف پہنچے پھر ان پر اپنا فضل و احسان بتایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے

کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمت اللہ کے صرف اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جاسکتا۔ البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہو گا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہو گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنہی اپنی جنت کی جگہ جہنم سے دیکھیں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہو جاتا اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جنت کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ نے خود ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ آپ فرماتے ہیں ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہو گا اور مومن کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہو گا۔ یہی فرمان باری ہے کہ اس جنت کے وارث تم بہ سبب اپنے اعمال کے بنائے گئے ہو کھانے پینے کے ذکر کے بعد اب میوں اور ترکاریوں کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی بہ کثرت مرغوب طبع نہیں ملیں گی۔ جس قسم کی یہ چاہیں اور ان کی خواہش ہو۔ غرض بھر پور نعمتوں کے ساتھ رب کی رضا مندی کے گھر میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۖ لَا يُفَرِّقُهُمْ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۖ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ۖ وَنَادُوا لِمَلِكٍ لِّيَقْضَ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مُكْثُونَ ۖ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنْ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كُرْهُونَ ۖ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ۖ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۖ بَلَىٰ ۖ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُمُونَ ۖ

ہے شک گنہگار لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ○ یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہٹا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے ○ اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اسے مالک! تیرا بار ہمارا کام ہی تمام کر دے وہ کہے گا کہ تمہیں تو ہمیشہ ہٹا ہے ○ ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھتے والے ہیں ○ کیا انہوں نے کسی کام پختہ ارادہ کر لیا ہے تو یقین مانو کہ ہم بھی پختہ کارنے والے ہیں ○ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے؟ سن رہے ہیں بلکہ ہمارے پیچھے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں ○

دوزخ اور دوزخیوں کی درگت: ☆ ☆ (آیت: ۷۴-۸۰) اور چونکہ نیک لوگوں کا حال بیان ہوا تھا اس لئے یہاں بد بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ گنہگار جہنم کے عذابوں میں ہمیشہ رہیں گے ایک ساعت بھی انہیں ان عذابوں میں تخفیف نہ ہوگی اور اس میں وہ ناامید محض ہو کر پڑے رہیں گے۔ ہر بھلائی سے وہ مایوس ہو جائیں گے ہم ظلم کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اپنی جان پر آپ ہی ظلم کیا۔ ہم نے رسول بھیجے کتابیں نازل فرمائیں حجت قائم کر دی۔ لیکن یہ اپنی سرکشی سے عصبیان سے طغیان سے باز نہ آئے اس پر یہ بدلہ پایا۔ اس میں اللہ کا کوئی ظلم نہیں اور نہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ جینہی مالک کو یعنی داروغہ جہنم کو پکار رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے حضورؐ نے ممبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ موت کی آرزو کریں تاکہ عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن اللہ کا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ لَا يُفْضَلُ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا یعنی نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب کی

تخفیف ہوگی۔ اور فرمان باری ہے وَتَخْنِجُهَا الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ”یعنی وہ بد بخت اس نصیحت سے علیحدہ ہو جائے گا جو بڑی سخت آگ میں پڑے گا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔“ پس جب وہ داروغہ جہنم سے نہایت لجاجت سے کہیں گے کہ آپ ہماری موت کی دعا اللہ سے کیجئے تو وہ جواب دے گا کہ تم اسی میں پڑے رہنے والے ہو مرو گے نہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مکث ایک ہزار سال ہے۔ یعنی نہ مرو گے نہ چھٹکارا پاؤ گے نہ بھاگ سکو گے پھر ان کی سیاہ کاری کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ہم نے ان کے سامنے حق کو پیش کر دیا واضح کر دیا تو انہوں نے ماننا تو ایک طرف اس سے نفرت کی۔ ان کی طبیعت ہی اس طرف مائل نہ ہوئی، حق اور حق والوں سے نفرت کرتے رہے اس سے رکتے رہے۔ ہاں ناحق کی طرف مائل رہے۔ ناحق والوں سے ان کی خوب بختی رہی۔ پس تم اپنے نفس کو ہی ملامت کرو اور اپنے ہی اوپر افسوس کرو لیکن آج کا افسوس بھی بے فائدہ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے بدترین مکر اور زبردست داؤد کھیلنا چاہا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا حضرت مجاہدؒ کی یہی تفسیر ہے۔ اور ان کی شہادت اس آیت میں ہے وَمَكْرُوهًا مَكْرًا وَمَكْرُوهًا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح مکر کیا کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مشرکین حق کو نالے کے لئے طرح طرح کی حیلہ سازی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں دھوکے میں ہی رکھا اور ان کا وبال جب تک ان کے سروں پر نہ آ گیا اور ان کی آنکھیں نہ کھلیں اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں سن نہیں رہے؟ ان کا گمان بالکل غلط ہے ہم تو ان کی سرشت تک سے واقف ہیں بلکہ ہمارے مقرر کردہ فرشتے بھی ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں جو نہ صرف دیکھ ہی رہے ہیں بلکہ لکھ بھی رہے ہیں۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ۖ سُبْحَنَ رَبِّ
الْسَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ فَذَرَهُمْ يَخَوْضُونَ
وَيَلْعَبُونَ حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ۖ وَهُوَ
الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ
الْعَلِيمُ ۝

کہہ دے کہ اگر بالفرض رحمان کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت گزار ہوتا ○ آسمان و زمین اور عرش کا رب جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں اس سے بہت پاک ہے ○ اب تو انہیں اسی بحث مباحثہ اور کھیل کود میں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑ جائے جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں ○ وہی آسمانوں میں بھی مجبور ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے ○

جہالت و خباثت کی انتہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے ☆ ☆ (آیت: ۸۱-۸۴) اے نبی! آپ اعلان کر دیجیے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو مجھے سر جھکانے میں کیا تامل ہے؟ نہ میں اس کے فرمان سے سرتابی کروں نہ اس کے حکم کو نالوں اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے میں اسے ماننا اور اس کا اقرار کرتا۔ لیکن اللہ کی ذات ایسی نہیں جس کا کوئی ہمسرا اور جس کا کوئی کفو ہو۔ یاد رہے کہ بطور شرط کے جو کلام وارد کیا جائے اس کا وقوع ضروری نہیں بلکہ امکان بھی ضروری نہیں۔ جیسے فرمان باری ہے لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَ لَافْتَحْطَفِي وَمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ”یعنی اگر حضرت حق، عل و علا اولاد کی خواہش کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے اس کی شان

وحدانیت اس کے خلاف ہے اس کا تجاہد اور قہاریت اس کی صریح منافی ہے۔ بعض مفسرین نے عابدین کے معنی انکاری کے بھی کئے ہیں جیسے حضرت سفیان ثوریؒ - صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عابدین سے مراد یہاں اَوَّلُ الْحَاجِدِينَ ہے یعنی پہلا انکار کرنے والا اور یہ عِبْدُ يَعْبُدُ کے باب سے ہے اور جو عبادت کے معنی میں ہوتا ہے وہ عِبْدُ يَعْبُدُ سے ہوتا ہے۔ اسی کی شہادت میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک عورت کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ ہوا حضرت عثمانؓ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؓ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے وَحَمَلُهُ وَفَضْلُهُ نَفْثُونَ شَهْرًا یعنی حمل کی اور دودھ کی چھٹائی کی مدت ڈھائی سال کی ہے۔ اور جگہ اللہ عزوجل نے فرمایا وَفَضْلُهُ فِي عَامَيْنِ دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑانے کی مدت ہے حضرت عثمانؓ ان کا انکار نہ کر سکے اور فوراً آدمی بھیجا کہ اس عورت کو واپس کرو۔ یہاں بھی لفظ عبد ہے یعنی انکار نہ کر سکے۔ ابن وہبؒ کہتے ہیں عبد کے معنی نہ ماننا انکار کرنا ہے۔ شاعر کے شعر میں بھی عِبْدُ انکار کے اور نہ ماننے کے معنی میں ہے۔ لیکن اس قول میں نکار ہے اس لئے کہ شرط کے جواب میں یہ کچھ ٹھیک طور پر لگتا نہیں اسے ماننے کے بعد مطلب یہ ہو گا کہ اگر رحمان کی اولاد ہے تو میں پہلا منکر ہوں اور اس میں کلام کی خوبصورتی قائم نہیں رہتی۔ ہاں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان شرط کے لئے نہیں ہے بلکہ نئی کے لئے ہے جیسے کہ ابن عباسؓ سے منقول بھی ہے۔ تو اب مضمون کلام یہ ہو گا کہ چونکہ رحمان کی اولاد نہیں پس میں اس کا پہلا گواہ ہوں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہ کلام عرب کے محاورے کے مطابق ہے یعنی نہ رحمان کی اولاد نہ میں اس کا قائل و عابد۔ ابو سعیدؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تو پہلے ہی اس کا عابد ہوں کہ اس کی اولاد ہے ہی نہیں اور میں اس کی توحید کو ماننے میں بھی آگے آگے ہوں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوں اور موحد ہوں اور تمہاری تکذیب کرنے والا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں پہلا انکاری ہوں یہ دونوں لغت میں عابد اور عبد اور اول ہی زیادہ قریب ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ شرط و جزا لیکن یہ ممتنع اور محال محض نا ممکن۔ سدئیؒ فرماتے ہیں اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اسے پہلے مان لیتا کہ اس کی اولاد ہے لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور جو لوگ اِن کو تافہ بتلاتے ہیں ان کے قول کی تزیید کرتے ہیں اسی لئے باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ آسمان وزمین اور تمام چیزوں کا خالق اس سے پاک بہت دور اور بالکل منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو وہ فرد واحد صمد ہے اس کی نظیر کفواؤلا کوئی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! انہیں اپنی جہالت میں غوطے کھاتے چھوڑ دو اور دنیا کے کھیل تماشاؤں میں مشغول رہنے دو اسی غفلت میں ان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اس وقت اپنا انجام معلوم کر لیں پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت اور جلال کا مزید بیان ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے۔ وہ خیر و عظیم ہے۔

وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾

اور وہ بہت برکتوں والا ہے جس کے پاس آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ہے قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے ○ جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوال کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں مستحق شفاعت وہ ہیں جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو ○

اللہ تعالیٰ کی چند صفات: ☆ ☆ (آیت: ۸۵-۸۶) جیسے اور آیت میں ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو اور تمہارے ہر عمل کو جانتا ہے وہ سب کا خالق و مالک سب کو بسانے اور بنانے والا سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا بڑی برکتوں والا ہے۔ وہ تمام عیسویوں سے کل نقصانات سے پاک ہے وہ سب کا مالک ہے بلند یوں اور عظمتوں والا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے ہر ایک پر قابض وہی ہے ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ قیامت آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے۔ اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کے کھٹک وقت کا علم نہیں۔ ساری مخلوق اس کی طرف لوٹائی جائے گی۔ وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کے معبودان باطل جنہیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی سفارش کے لئے آگے بڑھ نہیں سکتا، کسی کی شفاعت انہیں کام نہ آئے گی۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے یعنی لیکن جو شخص حق کا اقرار کرے اور شاہد ہو اور وہ خود بھی بصیرت و بصارت پر یعنی علم و معرفت والا ہو اسے اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کا رآہ ہوگی۔

وَلٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی يُؤْفَكُوْنَ
وَقِيْلَهٗ يٰرَبِّ اِنَّ هٰؤُلَآءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۵
عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَمٌ فَاَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۶

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں لائے جاتے ہیں ○ اور پیغمبر کا اکثر یہ کہنا کہ اسے میرے رب یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ○ پس تو ان سے منہ پھیر لے اور رخصتا نہ سلام کہہ دے انہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا ○

مشرکین کی کم عقلی: ☆ ☆ (آیت: ۸۷-۸۹) ان سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ ہی ہے۔ افسوس کہ خالق اسی ایک کو مان کر بھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اسی ایک نے کیا تو ہم دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ جہالت و خباثت کندی اپنی اور بے وقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی بات مرتے دم تک سمجھ میں نہ آئی بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھا۔ اسی لئے تعجب سے ارشاد ہوا کہ اتنا ماننے ہوئے پھر کیوں اندھے ہو جاتے ہو؟ پھر ارشاد ہے کہ محمد ﷺ نے اپنا یہ کہنا کہا یعنی اپنے رب کی طرف شکایت کی اور اپنی قوم کی تکذیب کا بیان کیا کہ یہ ایمان قبول نہیں کرتے۔

جیسے اور آیت میں ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا یعنی رسول کی یہ شکایت اللہ کے سامنے ہوگی کہ میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ امام ابن جریر بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ خُوْلَآءٌ ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اللہ عزوجل اپنے نبی کا قول نقل فرما رہا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہ تمہارے نبی کا قول ہے۔ اپنے رب کے سامنے اپنی قوم کی شکایت پیش کرتے ہیں۔ ابن جریر نے قبلہ کی دوسری قرأت لام کے زیر کے ساتھ بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ پر معطوف ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں فعل مقدر مانا جائے یعنی قال کو مقدر مانا جائے۔ دوسری قرأت یعنی لام کے زیر کے ساتھ جب ہو تو یہ عطف ہو گا وَعَنْهُ عَلِمَ السَّاعَةَ پر تو تقدیر یوں ہوگی کہ قیامت کا علم اور اس قول کا علم اس کے پاس ہے۔ ختم سورت پر ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین سے منہ موڑ لے اور ان کی بد زبانی کا بدلہ دے جواب نہ دو بلکہ ان کے دل پر چانے کی خاطر قول میں اور فعل میں دونوں میں نرمی بقو کہہ دو کہ سلام ہے۔ انہیں ابھی

حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ اس میں رب قدوس کی طرف سے شرکین کو بڑی دھمکی ہے اور یہی ہو کر بھی رہا کہ ان پر وہ عذاب آیا جو ان سے نکل نہ سکا۔ حضرت حق جل و علانے اپنے دین کو بلند و بالا کیا اپنے کلمہ کو چاروں طرف پھیلا دیا اپنے موحد مومن اور مسلم بندوں کو قوی کر دیا اور پھر انہیں جہاد کے اور جلا وطن کرنے کے احکام دے کر اس طرح دنیا میں غالب کر دیا اللہ کے دین میں بے شمار آدمی داخل ہوئے اور مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا فالحمد للہ۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ زخرف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الدخان

ترندی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص رات کو سورہ حم دخان پڑھے اس کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عمرو بن ابی شعمہ ضعیف ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترندی کی اور حدیث میں ہے کہ جس نے اس سورہ کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کے ایک راوی ابو المقدام ہشام ضعیف ہیں اور دوسرے راوی حضرت حسن کا حضرت ابو ہریرہؓ سے سنتا ثابت نہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورہ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا دخ۔ آپ نے فرمایا بس پرے ہٹ جا تا مردہ گیا۔ جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے پھر آپ کو ٹھٹھ گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدٌ ۙ وَالْكِتَابِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ۝ اَمْرًا
مِّنْ عِنْدِنَا ۝ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۝ اِنَّهُ هُوَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۝
اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ رَبُّكُمْ
وَرَبُّ الْاَوَّلِیْنَ ۝

اللہ تعالیٰ مہربان و کرم فرما کے نام سے شروع

حکم ہے اس وضاحت والی کتاب کی ○ یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے چٹک ہم ہوشیار کر دینے والے ہیں ○ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ○ ہمارے پاس سے حکم ہو کر۔ ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے ○ تیرے رب کی مہربانی سے وہ بہت بڑا سنتے والا جاننے والا ○ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو ○ کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا ○

عظیم الشان قرآن کریم کا نزول اور ماہ شعبان ☆ ☆ (آیت: ۱-۸) اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس عظیم الشان قرآن کریم کو بابرکت رات یعنی لیلة القدر میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ ہم نے اسے لیلة القدر میں نازل فرمایا ہے

اور یہ رات رمضان المبارک میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ كَامِيزٍ دَه مَبِينٍ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ سورہ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ اس لئے یہاں دوبارہ نہیں لکھتے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لیلہ مبارکہ جس میں قرآن شریف نازل ہوا وہ شعبان کی چند ہویں رات ہے یہ قول سراسر بے دلیل ہے اس لئے کہ نص قرآن سے قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے اور جس حدیث میں مروی ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مقرر کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی وہ حدیث مرسل ہے اور ایسی احادیث سے نص قرآن کا معارفہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہم لوگوں کو آگاہ کر دینے والے ہیں یعنی انہیں خیر و شر نیکی بدمعاشی کے بارے میں علم حاصل کر لیں۔ اسی شب ہر محکم کام طے کیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے کتب فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ تمام سال کے کل اہم کام عمر روزی وغیرہ سب طے کر لی جاتی ہے۔ حکیم کے معنی محکم اور مضبوط کے ہیں جو بدلے نہیں دے سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے ہم کرلے کر ارسال کرنے والے ہیں تا کہ وہ اللہ کی آیتیں اللہ کے بندوں کو پڑھ سنا سکیں جس کی انہیں سخت ضرورت اور پوری حاجت ہے یہ تیرے رب کی رحمت ہے اس رحمت کا کرنے والا قرآن کو اتارنے والا اور رسول کو بھیجے والا وہ اللہ ہے جو آسمان وزمین اور کل چیز کا مالک ہے اور سب کا خالق ہے۔ تم اگر یقین کرنے والے ہو تو اس کے باور کرنے کے کافی وجہ موجود ہیں پھر ارشاد ہوا کہ معبود برحق بھی صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر ایک کی موت وزیت اسی کے ہاتھ ہے تمہارا اور تم سے اگلوں کا سب کا پالنے پوسنے والا وہی ہے۔ اس آیت کا مضمون اس آیت جیسا ہے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الخ یعنی تو اعلان کر دے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ جس کی بادشاہت ہے آسمان وزمین کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو جلا تا اور مارتا ہے۔ الخ

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١﴾

بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں پڑے ہیں ○ تو اس دن کا منتظر رہ جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے ○ جو لوگوں کو گھیر لے یہ ہے دکھ کی مار ○

دھواں ہی دھواں اور کفار: ☆ ☆ (آیت ۹-۱۱) فرماتے ہیں کہ حق آچکا اور یہ شک و شبہ میں اور لہو و لعب میں مشغول و مصروف ہیں۔ انہیں اس دن سے آگاہ کر دے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ کعبہ کی مسجد میں گئے جو کندہ کے دروازوں کے پاس ہے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں بھر جائے گا اور مومنوں کو شل زکام کے ہو جائے گا۔ ہم وہاں سے جب واپس لوٹے اور حضرت ابن مسعود سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے لپٹے لپٹے بے تابگی کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا اور میں تکلف کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ جانے۔ سنو میں تمہیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں جب کہ قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضور ﷺ کو ستانے لگے تو آپ نے ان پر بدعا کی کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط ان پر پڑے۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار چبانا شروع کیا اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ

دکھائے دیتا تھا اور روایت میں ہے کہ بچہ بھوک کے ان کی آنکھوں میں پھر آنے لگے۔ جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو درمیان میں ایک دھواں نظر آتا۔ اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپؐ کو رحم آگیا اور آپؐ نے جناب باری میں استسجا کی چنانچہ بارش برسی۔ اسی کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ عذاب کے پھٹنے ہی پھر کفر کرنے لگیں گے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے عذاب تو پھٹتے، کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکیں۔ دخان، روم، قمر، بطنہ اور الزام (بخاری و مسلم) یعنی آسمان سے دھوئیں کا آنا۔ زمینوں کا اپنی شکست کے بعد غلبہ پانا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ بدر کی لڑائی میں کفار کا پکڑا جانا اور ہارنا اور چٹ جانے والا عذاب۔ بڑی سخت جڑ سے مراد بدر کے دن کی لڑائی ہے۔ یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے۔ عقیقہ عوفی رحمہم اللہ غم وغیرہ کا ہے اور اسی کو ابن جریر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ عبدالرحمن اعرج سے مروی ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ہوا۔ یہ قول بالکل غریب بلکہ منکر ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں یہ گزر نہیں گیا بلکہ قریب قیامت کے آئے گا۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ صحابہؓ جب قیامت کا ذکر کر رہے تھے اور حضورؐ گئے تو آپؐ نے فرمایا جب تک دن نشانات تم نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی۔ سورج کا مغرب سے ٹھٹھانا، دھواں یا جوں یا جوں کا آنا حضرت عیسیٰ ابن مریم کا آنا دجال کا آنا مشرق و مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسا یا جانا آگ کا عدن سے نکل کر لوگوں کو ہار تک کر ایک جا کرنا۔ جہاں یہ بات گذاریں گے آگ بھی گذارے گی اور جہاں یہ دو پہر کو سوں گے آگ بھی قیلولہ کرے گی۔ (مسلم)

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے لئے دل میں فارِ تَقَبُّبِ یَوْمَ تَأْتِی السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِینٍ چھپا کر اس سے پوچھا کہ بتائیں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا دُخِ آپؐ نے فرمایا بس برباد ہو اس سے آگے تیری نہیں چلنے کی۔ اس میں بھی ایک قسم کا اشارہ ہے کہ ابھی اس کا انتظار باقی ہے اور یہ کوئی آنے والی چیز ہے چونکہ ابن صیاد بطور کاہنوں کے بعض باتیں دل کی زبان سے بتانے کا مدعی تھا اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے آپؐ نے یہ کیا اور جب وہ پورا نہ بتا سکا تو آپؐ نے لوگوں کو اس کی حالت سے واقف کر دیا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے، کلام صرف چر الہتا ہے اور یہ اس سے زیادہ قدر نہیں پائے گا۔ ابن جریر میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں۔ دجال کا آنا اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا اور آگ کا حج عدن سے ٹھٹھانا جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی قیلولہ کے وقت اور رات کی نیند کے وقت بھی ان کے ساتھ رہے گی اور دھوئیں کا آنا۔ حضرت حذیفہؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ دھواں کیسا؟ آپؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ دھواں چالیس دن تک ٹھٹھا رہے گا جس سے مسلمان کو تو مثل نزلے کے ہو جائے گا اور کافر بے ہوش بدست ہو جائے گا۔ اس کے نشوونے کانوں سے اور دوسری جگہ سے دھواں ٹھٹھا رہے گا۔ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو پھر دخان کے معنی مقرر ہو جاتے میں کوئی بات باقی نہ رہتی لیکن اس کی صحت کی گواہی نہیں دی جاسکتی۔ اس کے راوی رواؤ سے محمد بن خلف عسقلانی نے سوال کیا کہ کیا سفیان ثوریؒ سے تو نے خود یہ حدیث سنی ہے؟ اس نے انکار کیا، پوچھا کیا تو نے پڑھی اور اس نے سنی ہے؟ کہا نہیں۔ پوچھا اچھا تمہاری موجودگی میں اس کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی؟ کہا نہیں، کہا پھر تم اس حدیث کو کیسے بیان کرتے ہو؟ کہا میں نے تو بیان نہیں کی میرے پاس کچھ لوگ آئے اس روایت کو پیش کیا پھر جا کر میرے نام سے اسے بیان کرنا شروع کر دیا۔ بات بھی یہی ہے یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔ ابن جریرؒ سے کسی جگہ لائے ہیں اور اس میں بہت سی منکرات ہیں۔ خصوصاً مسجد اقصیٰ کے بیان میں جو سورۃ بنی اسرائیل کے شروع میں ہے واللہ اعلم۔

اور حدیث میں ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا، دھواں جو مومن کو زکام کر دے گا اور کافر کو سارا جسم بھلا دے

سکھائے پڑھائے ہیں انہیں جنوں ہو گیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ”اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا لیکن اب اس کے لئے نصیحت کہاں ہے؟“ اور جگہ فرمایا ہے وَقَالُوا اَمْنًا بِہِ وَاَنّٰی لَہُمْ التَّنَاوُسُ مِنْ مَّکَانَ یَبْعِدُ الخ اس دن غدایوں کو دیکھ کر ایمان لانا سرا سر بے سود ہے پھر جوار شاہ ہوتا ہے اس کے دعوئی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اگر بالفرض ہم عذاب ہٹالیں اور تمہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں تو بھی تم پھر وہاں جا کر یہی کرو گے جو اس سے پہلے کر کے آئے ہو۔ جیسے فرمایا وَلَوْ رَحِمْنٰہُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِہُمْ مِنْ ضَرِّ اِلٰہِ یعنی اگر ہم ان پر رحم کریں اور برائی ان سے ہٹالیں تو پھر یہ اپنی سرکشی میں آنکھیں بند کر کے منہمک ہو جائیں گے اور جیسے فرمایا وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا اِلَیْمَانِہُمْوَ غنۃ الخ یعنی ”اگر یہ لوٹنے جائیں تو قطعاً دوبارہ پھر ہماری نافرمانیاں کرنے لگیں گے اور محض جھوٹے ثابت ہوں گے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر عذاب کے اسباب قائم ہو چکے اور عذاب آ جانے کے بعد بھی گو ہم اسے کچھ دیر ٹھہرائیں تاہم یہ اپنی بد باطنی اور خباثت سے باز نہیں آنے کے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب انہیں پہنچا اور پھر ہٹ گیا۔ جیسے تو یونسؑ حضرت حق تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تو یونسؑ جب ایمان لائی ہم نے ان سے عذاب ہٹالیا گویا عذاب انہیں ہونا شروع نہیں ہوا تھا ہاں اس کے اسباب موجود فرما ہم ہو چکے تھے ان تک اللہ کا عذاب پہنچ چکا تھا اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے کفر سے ہٹ گئے تھے پھر اس کی طرف لوٹ گئے۔

چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں سے جب قوم نے کہا کہ یا تو تم ہماری ہستی چھوڑ دو یا ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو جواب میں اللہ کے رسول نے فرمایا کہ گو ہم اسے برا جانتے ہوں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے رکھی ہے پھر بھی اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں تو ہم سے بڑھ کر جھوٹا اور اللہ کے ذمے بہتان باندھنے والا اور کون ہوگا؟ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس سے پہلے بھی کفر میں قدم نہیں رکھا تھا اور حضرت قحادؑ فرماتے ہیں کہ تم لوٹنے والے ہو۔ اس سے مطلب اللہ کے عذاب کی طرف لوٹنا ہے۔ بڑی اور سخت پکڑ سے مراد جنگ بدر ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے ساتھ کی وہ جماعت جو دخان کو ہو چکا ہوا مانتی ہے وہ بوطشہ کے معنی یہی کرتی ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے حضرت ابی بن کعبؓ سے اور ایک جماعت سے یہی ہے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے گو بدر کا دن بھی پکڑ کا اور کفار پر سخت دن تھا۔ ابن جریر میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گو حضرت ابن مسعودؓ اسے بدر کا دن بتاتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس سے مراد قیامت کا دن ہے اس کی اسناد صحیح ہے حضرت حسن بصریؒ اور عکرمہؒ سے بھی دونوں روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَہُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاہُمْ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ ؕ اَنْ اَذُوْا اِلَی عِبَادِ اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ؕ وَاَنْ لَا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِنِّیْ اَتِیْتُکُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ؕ وَاِنِّیْ عَذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْٓہٗ ؕ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاَعْتَزْلُوْٓہٗ فَدَعَا رَبِّہٖ اَنْ ہُوَ لَا قَوْمَ لِمُجْرِمُوْنَ ؕ

یقیناً ان سے پہلے ہم تو فرعون کو بھی آزمایا ہے جس نے اس کے پاس اللہ کا ذی عزت رسول آیا کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو یقین مانو کہ میں تمہارا بامانت پیغمبر ہوں تم اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کلمیٰ مندا لاے والا ہوں اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار

کردو ○ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہی رہو ○ پھر اپنے رب سے دعا کی یہ سب گنہگار لوگ ہیں ○

قطبوں کا انجام: ☆ ☆ (آیت: ۱۷-۲۲) ارشاد ہوتا ہے کہ ان شرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا، ان کی طرف اپنے بزرگ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے میرا پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کردار نہیں دکھندو۔ میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزے اپنے ساتھ لایا ہوں اور ہدایت کے ماننے والے سلامتی سے رہیں گے، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے میں تمہیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں، تمہیں رب کی باتوں کے ماننے سے سرکشی نہ کرنی چاہئے، اس کے بیان کردہ دلائل و احکام کے سامنے تسلیم کرنا چاہئے۔ اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذلیل و خوار ہو کر جہنم واصل ہوتے ہیں۔ میں تو تمہارے سامنے کھلی دلیل اور واضح آیت رکھتا ہوں، میں تمہاری بدگوئی اور اتہام سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوصالح تو یہی کہتے ہیں اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مراد پھر او کرنا پھر اس سے مار ڈالنا ہے یعنی زبانی ایذا اسے اور دہشتی ایذا اسے میں اپنے رب کی جو تمہارا بھی مالک ہے پناہ چاہتا ہوں، اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے، اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف دہی اور ایذا رسانی سے تو باز رہو اور اس کے منتظر رہو جب کہ خود اللہ ہم میں تم میں فیصلہ کر دے گا۔ پھر جب اللہ کے نبی کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لمبی مدت ان میں گذاری، خوب دل کھول کر تبلیغ کر لی، ہر طرح خیر خواہی کی، ان کی ہدایت کے لئے ہر چند جتن کر لئے اور دیکھا کہ وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بددعا کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے امراء کو دنیوی نمائش اور مال و متاع دے رکھی ہے، اے اللہ! یہ اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں، تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل اور سخت کر دے تا کہ دردناک عذابوں کے معائنہ تک انہیں ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور ہارون! میں نے تمہاری دعا قبول کر لی، اب تم استقامت پر چل جاؤ۔

فَاسْرِ بِعِبَادِي لِيَلَّا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۝
إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَبَّتٍ وَعُيُُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ
وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنِعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝ كَذَلِكَ
وَأَوْرَشُنَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ
وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ۝

ہم نے کہہ دیا کہ راتوں رات تو میرے بندوں کو لے کر انھیں قیدیہاں چھوڑ دیا جائے گا ○ تو دریا کو ساکن چھوڑ چلا جا، بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جائے گا ○ وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے ○ اور کھیتیاں اور بھرتیں مکانات ○ اور وہ آرام کی چیزیں جن میں میں سر کر رہے تھے ○ اسی طرح ہو گیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا ○ سوال پر نہ تو آسمان و زمین روئے نہ انھیں مہلت ملی ○

(آیت: ۲۳-۲۹) یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونوں کی بے خبری میں یہاں سے لے کر چلے جاؤ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن تم بے خوف و خطر چلے جاؤ، میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونؑی لشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا، بیچ میں دریا حائل ہوا، آپ

بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اسے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روانی پر آ جاتا کہ فرعون اس سے گزر نہ سکے۔ وہیں اللہ نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ ہی رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتادی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تو تم سب بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے غرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں۔

رہوا کے معنی سوکھا راستہ جو اصلی حالت پر ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ جائے۔ اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو فرق کر دے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہوئے۔ باغات کھیتیاں نہریں مکانات اور ٹھیکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں مصر کا دریائے نیل مشرق و مغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت ہیں جب اس کی روانی اللہ کو منظور ہوتی ہے تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے جہاں تک رب کو منظور ہو اس میں پانی آ جاتا ہے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اب اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ اور فرعونین کے یہ باغات دریا کے نیل کے دونوں کناروں پر مسلسل چلے گئے تھے رسواں سے لے کر رشید تک اس کا سلسلہ تھا اور اس کی ٹوٹیکیں تھیں۔ خلیج اسکندریہ دیماط خلیج سر دوس خلیج منصف خلیج نعتبی اور ان سب میں اتصال تھا ایک دوسرے سے متصل تھیں اور پہاڑوں کے دامن میں ان کی کھیتیاں تھیں جو مصر سے لے کر دریا تک برابر چلی آتی تھیں۔ ان تمام کو بھی دریا سیراب کرتا تھا۔ بڑے امن و چین کی زندگی گزار رہے تھے لیکن مغرور ہو گئے اور آخر ساری نعمتیں یونہی چھوڑ کر تباہ کر دیے گئے۔ مال و اولاد چاہہ مال سلطنت و عزت ایک ہی رات میں چھوڑ گئے اور جس کی طرح اڑا دیے گئے اور گذشتہ کل کی طرح بے نشان کر دیے گئے ایسے ڈبوئے گئیکہ ابھر نہ سکے۔ جہنم واصل ہو گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے۔ ان کی یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیں۔

جیسے اور آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو دروں کو ان کے صبر کے بدلے اس سرکش قوم کی کل نعمتیں عطا فرمادیں اور بے ایمانوں کا بھروسہ نکال ڈالا۔ یہاں بھی دوسری قوم جسے وارث بنایا اس سے مراد بھی بنی اسرائیل ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زمین و آسمان نہ روئے۔ کیونکہ ان پاپیوں کے نیک اعمال تھے ہی نہیں جو آسمانوں پر چڑھتے ہوں اور اب ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ افسوس کریں نہ زمین میں ان کی ایسی جگہیں تھیں کہ جہاں بیٹھ کر یہ اللہ کی عبادت کرتے ہوں اور آج انہیں نہ پا کر زمین کی وہ جگہ ان کا ماتم کرنے انہیں سہلت نہ دی گئی۔ مسند ابو یعلیٰ موصیٰ میں ہے ہر بندے کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے اس کی روزی اترتی ہے دوسرے سے اس کے اعمال اور اس کے کلام چڑھتے ہیں۔ جب یہ مرنے لگتا ہے اور وہ عمل و رزق کو گم شدہ پاتے ہیں تو روتے ہیں پھر اسی آیت کی حضورؐ نے تلاوت کی۔

ابن ابی حاتم میں فرمان رسولؐ ہے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر غربت پر آ جائے گا یا رکھو مومن کا انجام مسافر کی طرح نہیں مومن جہاں کہیں سفر میں ہوتا ہے جہاں اس کا کوئی رونے والا نہ ہو وہاں بھی اس کے رونے والے آسمان و زمین موجود ہیں پھر حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ دونوں کفار پر روتے نہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ آسمان و زمین کبھی کسی پر روئے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا آج تو نہ وہ بات دریافت کی ہے کچھ سے پہلے مجھ سے اس کا سوال کسی نے نہیں کیا۔ سنو ہر بندے کے لئے زمین میں ایک نماز کی جگہ ہوتی ہے اور ایک جگہ آسمان میں اس کے عمل کے چڑھنے کی ہوتی ہے اور آل فرعون کے نیک اعمال ہی نہ تھے۔ اس وجہ سے نہ زمین ان پر روئی نہ آسمان کو ان پر رونے آیا اور نہ انہیں ڈھیل دی گئی کہ کوئی نیکی بجالائیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ سوال ہوا تو آپ نے بھی قریب قریب یہی جواب دیا بلکہ آپ سے مروی ہے کہ چالیس دن تک زمین مومن پر روتی رہتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ نے جب یہ بیان فرمایا تو کسی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے جو بندہ زمین کو اپنے رکوع و سجود سے آباد رکھتا تھا جس بندے کی تکبیر و تسبیح کی آوازیں آسمان برابر سننا تھا بھلا یہ دونوں اس عابد ربانی پر رومیں گئے نہیں؟ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں فرعونؒ کی جیسے ذلیل و خوار لوگوں پر یہ کیوں روتے؟ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں دنیا جب سے رچائی گئی ہے تب سے آسمان صرف دو شخصوں پر رویا ہے۔ ان کے شاگرد سے سوال ہوا کہ کیا آسمان وزمین پر ایمان دار پر روتے نہیں؟ فرمایا صرف اتنا حصہ جس حصے سے اس کا نیک عمل چڑھتا تھا۔ سنو آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا اور شری کے گلابی رنگ ہو جانا ہے سو یہ حال صرف دو شخصوں کی شہادت پر ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کے موقع پر تو آسمان سرخ ہو گیا اور خون برسانے لگا اور دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر بھی آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا (ابن ابی حاتم)

یزید ابن ابی زیاد کا قول ہے کہ قتل حسینؑ کی وجہ سے چار ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور یہی سرخی اس کا رونا ہے۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا اس کا رونا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل حسینؑ کے دن جس پتھر کو الٹا جاتا تھا اس کے نیچے سے محمدؐ خون نکلتا تھا۔ اس دن سورج کو بھی گہن لگا ہوا تھا آسمان کے کنارے بھی سرخ تھے اور پتھر گرے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں اور شیعوں کے گھرے ہوئے افسانے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نواسہ رسولؐ کی شہادت کا واقعہ نہایت درد انگیز اور حسرت و افسوس والا ہے، لیکن اس پر شیعوں نے جو حاشیہ چڑھایا ہے اور گھر گھڑا کر جو باتیں پھیلا دی ہیں وہ محض جھوٹ اور بالکل گپ ہیں۔ خیال تو فرمائیے کہ اس سے بہت زیادہ اہم واقعات ہوئے اور قتل حسینؑ سے بہت بڑی وارداتیں ہوئی لیکن ان کے ہونے پر بھی آسمان وزمین وغیرہ میں یہ انقلاب نہ ہوا۔ آپ ہی کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قتل کئے گئے جو بالا جماع آپ سے افضل تھے لیکن نہ تو پتھروں سے خون نکلنا نہ اور کچھ ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر لیا جاتا ہے اور نہایت بے دردی سے دلوچھ ظلم کے ساتھ انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معج کی نماز پڑھاتے ہوئے نماز کی جگہ ہی پر قتل کیا جاتا ہے یہ وہ زبردست مصیبت تھی کہ اس سے پہلے مسلمان کبھی ایسی مصیبت نہیں پہنچائے گئے تھے لیکن ان واقعات میں سے کسی واقعہ کے وقت ان میں سے ایک بھی بات نہیں ہوئی جو شیعوں نے مقتل حسینؑ کی نسبت مشہور کر رکھی ہیں۔ ان سب کو بھی جانے دیجئے تمام انسانوں کے دینی اور دنیوی سردار سید البشر رسول اللہ ﷺ کو لیجئے جس روز آپ رحلت فرماتے ہیں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا اور سنئے جس روز حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوتا ہے اتفاقاً ہی روز سورج گہن ہوتا ہے اور کوئی کہہ دیتا ہے کہ ابراہیمؑ کے انتقال کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے تو رسول اللہ ﷺ گہن کی نماز ادا کر کے فوراً خطبہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں سورج چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۖ مِنْ فِرْعَوْنَ ۖ
إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۖ وَلَقَدْ احْتَرْتَهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ
عَلَى الْعُلَمَاءِ ۖ وَأَتَيْنَهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاوًا مُّبِينًا ۖ

بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلیل و خوار سے نجات دیا ۝ فرعون کی طرف سے ہو رہی تھی فی الواقع وہ کٹر شر اور حد سے گزر جانے والوں میں تھا ۝ اور ہم نے دانستہ طور پر بنی اسرائیل کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ۝ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آرزائیں تھیں ۝

(آیت: ۳۰-۳۳) اس کے بعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنا احسان جتا رہا ہے کہ ہم نے انہیں فرعون جیسے منکبر حدود دشمن کے ذلیل غذا یوں سے نجات دی اس نے بنی اسرائیل کو پست و خوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدش ان سے لیتا تھا، اپنے نفس کو تو لٹا رہتا تھا، خودی اور خود بینی میں لگا ہوا تھا۔ بیوقوفی سے کسی چیز کی حد بندی کا خیال نہیں کرتا تھا اللہ کی زمین میں سرکشی کئے ہوئے تھا اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ پھر بنی اسرائیل پر ایک اور مہربانی کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ تمام اگلوں پچھلوں پر انہیں بزرگی دی۔ یہ آیت بھی اس آیت کی طرح ہے جس میں فرمان ہے یٰمُوسٰی اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُكَ عَلٰی النَّاسِ ”اے موسیٰ! میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی یعنی اس زمانے کے لوگوں پر“۔

جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے فرمایا وَاصْطَفٰیكَ عَلٰی نِسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اس زمانے کی تمام عورتوں پر آپ کو فضیلت ہے۔ اس لئے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے یقیناً افضل ہیں یا کم از کم برابر۔ اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے فضیلت شوربے میں بھگوئی روٹی کی اور کھانوں پر۔ پھر بنی اسرائیل پر ایک اور احسان بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں وہ حجت و برہان ذلیل و نشان اور معجزات و کرامات عطا فرمائے جن میں ہدایت کی تلاش کرنے والوں کے لئے صاف صاف امتحان تھا۔

اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَيَقُولُوْنَ اِنْ هٰی اِلَّا مَوْتُنَا الْاُولٰٓئِ وَمَا نَحْنُ
بِمُنْشَرِّیْنَ فَاتَوَّابًاۙ اِنَّا كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَۙ
اَهْمُ خَیْرٍ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْۙ اَهْلَكْنٰهُمْۙ
اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَۙ

یہ لوگ تو یہی کہتے ہیں ○ کہ آخری چیز یہی ہمارا دینا ہے مر جانا ہے اور ہم بھردو بارہ اٹھائے نہیں جائیں گے ○ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ ○ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے بھی پہلے تھے ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا یقیناً وہ گنہگار تھے ○

شہنشاہ تبع کی کہانی: ☆ ☆ (آیت: ۳۳-۳۷) یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اس کی دلیل بیان فرما کر خدائے تعالیٰ اس کی تردید کرتا ہے ان کا خیال تھا کہ قیامت آنی نہیں مرنے کے بعد جینا نہیں حشر اور نشر بطل ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں اُٹے؟ خیال کیجئے یہ کس قدر بودی اور بیہودہ دلیل ہے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا مرنے کے بعد جینا قیامت کو ہو گا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ کر آئیں گے۔ اس دن یہ ظالم جنم کا ایندھن بنیں گے اس وقت یہ امت اگلی امتوں پر گواہی دے گی اور ان پر ان کے نبی ﷺ گواہی دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں ڈرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آجائیں اور ان کی طرح بے نام و نشان کر دیئے جاؤ۔ ان کے واقعات سورہ سہا میں گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ بھی خطان کے عرب تھے جیسے یہ عدنان کے عرب ہیں۔ حمیر جو سہا کے تھے وہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے جیسے فارس کے ہر بادشاہ کو کسری اور روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تبع یمن سے نکلا اور زمین میں پھرتا رہا سر قد بختیگیا ہر جگہ کے بادشاہوں کو شکست دیتا رہا اور اپنا بہت بڑا ملک کر لیا۔ زبردست لشکر اور بے شمار رعایا اس کے ماتحت تھی اس نے حیرہ نامی ہستی بسائی یہ اپنے زمانے میں مدینے میں بھی آیا تھا اور یہاں کے باشندوں سے بھی لڑا لیکن اسے لوگوں نے اس سے روکا خواہ مدینہ کا بھی اس سے یہ سلوک

رہا کہ دن کو تو لڑتے تھے اور رات کو ان کی مہمان داری کرتے تھے آخر اس کو بھی لحاظ آ گیا اور لڑائی بند کر دی۔ اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے دین کے عامل بھی تھے وہ اسے ہر وقت بھلائی برائی سمجھاتے رہتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ مدینے کو تاخت و تاراج نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آخر زمانے کے پیغمبر کی ہجرت کی جگہ ہے۔

پس یہاں سے لوٹ گیا اور ان دونوں عالموں کو اپنے ساتھ لیتا چلا جب یہ کئے پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرائتا چاہا لیکن ان دونوں عالموں نے اسے روکا اور اس پاک گھر کی عظمت و حرمت اس کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس کے بانی خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ صلوات اللہ ہیں اور اس نبی آخر الزماں کے ہاتھوں پھر اس کی اصلی عظمت آشکارا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تعظیم و تکریم کی طواف کیا غلاف چڑھایا اور یہاں سے واپس یمن چلا گیا۔ خود حضرت موسیٰ کے دین میں داخل ہوا اور تمام یمن میں یہی دین پھیلایا۔ اس وقت تک حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کے لئے یہی سچا دین تھا۔ اس تبع کے واقعات بہت تفصیل سے سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں اور حافظ ابن عساکر بھی اپنی کتاب میں بہت بسط و شرح کے ساتھ لائے ہیں اس میں ہے کہ اس کا پائے تخت دمشق میں تھا اس کے لشکروں کی صفیں دمشق سے لے کر یمن تک پہنچتی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے حضور فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ حد گلتے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ۔ اور روایت میں ہے کہ یہ بھی فرمایا حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے یا نہیں؟ (ابن ابی حاتم) داؤد قطنی فرماتے ہیں اس حدیث کی روایت صرف عبدالرزاق سے ہی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ حضرت عزیر کا نبی ہونا نہ ہونا مجھے معلوم نہیں میں نے یہ جانتا ہوں کہ تبع پر لعنت کروں یا نہیں؟ اسے وارد کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روایتیں درج کی ہیں جن میں تبع کو گالی دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ جیسے کہ ہم بھی وارد کریں گے ان شاء اللہ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہو گئے یعنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دین میں داخل ہوئے اور اس زمانے کے علماء کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔ بعثت مسیح سے پہلے کا یہ واقعہ ہے جبریم کے زمانے میں بیت اللہ کا حج بھی کیا غلاف بھی چڑھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی، چھ ہزار اونٹ نام اللہ قربان کئے اور بھی بہت بڑا طویل واقعہ ہے جو حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ بن سلامؓ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اصل قصہ کا داروداد حضرت کعب احبار اور حضرت عبداللہ بن سلام پر ہے۔ وہب بن منبہؓ نے بھی اس قصہ کو وارد کیا ہے۔ حافظ ابن عساکرؒ نے اس تبع کے قصے کے ساتھ دوسرے تبع کے قصے کو بھی ملا دیا ہے جو ان کے بہت بعد تھا۔ اس کی قوم تو اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی پھر ان کے انتقال کے بعد وہ کفر کی طرف لوٹ گئی اور دوبارہ آگ کی اور بتوں کی پرستش شروع کر دی جیسے کہ سورہ سبا میں مذکور ہے۔ اسی کی تفسیر میں ہم نے بھی وہاں اس کی پوری تفصیل کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں اس تبع نے کعبے پر غلاف چڑھایا تھا آپ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ اس تبع کو برانہ کہو۔ یہ درمیان کا تبع ہے۔ اس کا نام اسد ابوکرب بن ملکیرب یمنی ہے۔ اس کی سلطنت تین سو چھتیس سال تک رہی اس سے زیادہ لمبی مدت ان بادشاہوں میں سے کسی نے نہیں پائی۔ حضورؐ سے تقریباً سات سو سال پہلے اس کا انتقال ہوا ہے۔ مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان دونوں موسوی عالموں نے جو مدینے کے تھے انہوں نے جب تبع بادشاہ کو یقین دلایا کہ یہ شہر نبی آخر الزماں حضرت احمدؑ کا ہجرت گاہ ہے تو اس نے ایک قصیدہ کہا تھا اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے گیا تھا جو ان کے پاس ہی رہا اور بطور میراث کے ایک دوسرے کے ہاتھ لگتا رہا اور اس کی روایت سند کے ساتھ برابر پہنچی آتی رہی یہاں تک کہ حضورؐ کی ہجرت کے وقت اس کے حافظ ابوالیوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اتفاق سے بلکہ بہ حکم خدا آنحضرت ﷺ کا نزول اجلاں بھی نہیں ہوا تھا۔ اس قصیدے کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

شهدت علی احمد انه رسول من الله باری النسم
فلو مد عمری الی عمره لکنت وزیراً له وابن عم
وجاهدت بالسیف اعداء وفرجت عن صدره کل غم

یعنی میری تولد سے گواہی ہے کہ حضرت احمد مختفی (رحمۃ اللہ علیہ) اس اللہ کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں اس کے زمانے تک زندہ رہا تو قسم خدا کی آپ کا ساتھی اور آپ کا معاون بن کر رہوں گا اور آپ کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپ کے پاس تک پہنچنے نہ دوں گا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دور اسلام میں صفا شہر میں اتفاق سے قبر کھودی گئی تو دیکھا گیا کہ دو عورتیں مدفن ہیں جن کے جسم بالکل سالم ہیں اور سر ہانے پر چاندی کی ایک تختی لگی ہوئی ہے جس میں سونے کے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر مجی اور لمیس کی ہے اور ایک روایت میں ان کے نام جی اور تماخر ہیں۔ یہ دونوں تبع کی بہنیں ہیں یہ دونوں مرتے وقت تک اس بات کی شہادت دیتی رہیں کہ لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ دونوں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی تھیں۔ ان سے پہلے کے تمام نیک صالح لوگ بھی اسی شہادت کے ادا کرتے ہوئے انتقال فرماتے رہے ہیں۔ سورہ سہا میں ہم نے اس واقعہ کے متعلق سہا کے اشعار بھی نقل کر دیے ہیں۔ حضرت کعب بن زہر مایا کرتے تھے کہ تبع کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی خدمت کی ان کی نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تبع کو برانہ کہو وہ صالح شخص تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ طبرانی اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے۔ عبدالرزاق میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے معلوم نہیں تبع نبی تھا یا نہ تھا؟ اور روایت میں اس سے پہلے گزر چکی کہ میں نہیں جانتا تبع ملعون تھا یا نہیں؟ فاللہ اعلم۔ یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت عطاء بن ابورباحؓ فرماتے ہیں تبع کو گالی نہ دو رسول اللہ ﷺ نے انہیں برا کہنا منع فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِینَ ۖ مَا خَلَقْنَاهُمَا
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا
هُمْ يُنصَرُونَ ۚ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ

ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو نکل عبت کرتے ہوئے پیدا نہیں کیا ○ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے ہاں البتہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں ○ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کے وعدے کا ہے ○ جس دن کوئی دوست کسی دوست کو کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی ○ مگر جس پر اللہ کی مہربانی ہو جائے گی وہ زبردست اور رحم والا ہے ○

صور پھونکنے کے بعد: ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۴۲) یہاں اللہ عزوجل اپنے عدل کا بیان فرما رہا ہے اور بے فائدہ لغو اور عبت کا مومن اپنی پاکیزگی کا اظہار فرماتا ہے جیسے اور آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اپنی مخلوق کو باطل پیدا نہیں کیا ایسا گمان ہماری نسبت صرف ان کا ہے جو کفار ہیں اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور ارشاد ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَاَنَّكُمْ اِلٰیْنَا لَا تَرْجَعُوْنَ اِرْخْ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ رکھا

ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار و عبث پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہماری طرف آنے ہی کے نہیں؟ اللہ حق مالک بلند یوں اور بزرگیوں والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ فیصلوں کا دن یعنی قیامت کا دن جس دن باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان حق فیصلے کرے گا۔ کافروں کو سزا اور مومنوں کو جزا ملے گی۔ اس دن تمام اگلے پچھلے اللہ کے سامنے جمع ہوں گے یہ وہ وقت ہوگا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتے دار رشتے دار کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا جیسے اللہ جانے دو تعالیٰ کا فرمان ہے فَإِذَا نَفَعْنَا فِي الْقُبُورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ اِنْج یعنی جب صورت پھونک دیا جائے گا تو نہ تو کوئی نسب باقی رہے گا نہ پوچھ گچھ۔ اور آیت میں ہے کوئی دوست اس دن اپنے دوست کو پریشان حالی میں دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ پوچھے گا اور نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح کی مدد کرے گا نہ اور کوئی بیرونی مدد آئے گی مگر ہاں رحمت خدا جو مخلوق پر شامل ہے۔ وہ بڑا غالب اور وسیع رحمت والا ہے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الرَّقُومِ ۖ طَعَامُ الْأَشْيَمِ ۖ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي
الْبُطُونِ ۖ كَغَلَى الْحَمِيمِ ۖ خَذَوُهُ فَأَعْتَلُوهُ إِلَى سَوَاءِ
الْجَحِيمِ ۖ ثُمَّ صَبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۖ
ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۖ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ
بِهِ تَمْتَرُونَ ۖ

پیشک زقوم کا درخت ○ گنگا روں کا کھانا ہے ○ جوش تلخت ہے ○ اور پیٹ میں کھول رہا ہے ○ مثل تیز گرم پانی کے کھولنے کے ○ اسے پڑا لو پھر چھینے
ہوئے سچ جہنم تک پہنچاؤ ○ پھر اس کے سر پر تیز گرم پانی کا عذاب بہاؤ ○ جھکتا جاؤ تو بڑی عزت اور بڑے اکرام والا تھا ○ یہی وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا
کرتے تھے ○

زقوم ابو جہل کی خوراک ہوگا: ☆ ☆ (آیت: ۴۳-۵۰) منکرین قیامت کو جو سزا وہاں دی جائے گی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان مجرموں کو جو اپنے قول اور فعل کو گنہگاری میں ملوث کئے ہوئے تھے آج زقوم کا درخت کھلایا جائے گا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد ابو جہل ہے۔ گو دراصل وہ بھی اسی آیت کی وعید میں داخل ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ آیت صرف اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو یہ آیت پڑھا رہے تھے مگر اس کی زبان سے لفظ اَیْنِمْ ادا نہیں ہوتا تھا اور وہ بجائے اس کے یتیم کہہ دیا کرتا تھا تو آپ نے اسے طَعَامُ الْفَاجِرِ پڑھوایا یعنی اسے اس کے سوا کھانے کو اور کچھ نہ دیا جائے گا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین میں ٹپک جائے تو تمام زمین والوں کی معاش خراب کر دے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے یہ مثل تلخت کے ہو گا۔ اپنی حرارت بذریعہ اور نقصان کے باعث پیٹ میں جوش مارتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا کہ اس کافر کو پکڑ لو وہاں ستر ہزار فرشتے دوڑیں گے اسے اندھا کر کے منہ کے بل گھسیٹ لے جاؤ اور سچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر جوش مارتا گرم پانی ڈالو۔ جیسے فرمایا يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ النَّارِ یعنی ان کے سروں پر جہنم کا جوش مارتا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کی کالیں اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں سوخت ہو جائیں گی اور یہ بھی ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ فرشتے انہیں لوہے کے ہتھوڑے ماریں گے جن سے ان کے دماغ پاش پاش ہو جائیں گے پھر اوپر سے یہ حمیم ان پر ڈالا جائے گا۔ یہ جہاں جہاں پہنچے گا ہڈی کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی

آنتیں کا قاتل ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر انہیں شرمسار کرنے کے لئے اور زیادہ پشیمان بنانے کے لئے کہا جائے گا کہ کو مزہ چکھو تم ہمارے نگاہوں میں نہ عزت والے ہونہ بزرگی والے۔

مغازی امویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل ملعون سے کہا کہ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ تجھ سے کہہ دوں تیرے لئے وہی ہے تجھ پر انوس ہے پھر کر رکھتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور انوس ہے۔ اس پابی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا جاتو اور تیرا رب میرا کیا باز کسکتے ہو؟ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا میں ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بدر والے دن قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا اور ان کا فرد سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جس میں ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ جیسے اور آیتوں میں ہے کہ جس دن انہیں دکھ دے کر جہنم پہنچایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جس میں جھٹلاتے رہے کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھ نہیں رہے؟ اسی کو یہاں بھی فرمایا ہے کہ یہ ہے جس میں تم شک کر رہے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ
مِنْ سُنْدُسٍ وَاسْتَبْرَقٍ مُّتَبَدِّلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَلِكَ وَرَوْنَهُمْ
بُحُورٍ عَيْنٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا
يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَهُمْ عَذَابَ
الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾

بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن جہنم کی جگہ میں ہوں گے ○ باغوں اور چشموں میں ○ باریک اور دیز ریٹم کے لباس پہنے ہوئے آسنے سانسے بیٹھے ہوں گے ○ یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کریں گے ○ دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میوؤں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے ○ وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں ہاں پہلی موت جو وہ مر چکے انہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی سزا سے بچا دیا ○

جب موت کو ذبح کرایا جائے گا: ☆ ☆ (آیت: ۵۱-۵۶) بد بختوں کا ذکر کر کے اب نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کو مثنائی کہا گیا ہے دار دنیا میں جو اللہ تعالیٰ مالک و خالق و قادر سے ڈرتے دیتے رہے وہ قیامت کے دن جنت میں نہایت امن و امان سے ہوں گے۔ موت سے وہاں سے نکلنے سے غم رنج سے گھبراہٹ اور مشکلوں سے دکھ دزد سے تکلیف اور مشقت سے شیطان اور اس کے مکر سے رب کی ناراضگی سے غرض تمام آفتوں اور مصیبتوں سے غڑ بے فکر، مطمئن اور بے اندیش ہوں گے۔ جہنمیوں کو تو زوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا اور انہیں جہنمیں اور نہریں ملیں گی مختلف قسم کے ربی پھل پارچہ جات انہیں پہننے کو ملیں گے۔ جن میں نرم باریک بھی ہو گا اور دیز جھیلکا بھی ہوگا۔ یہ بختوں پر بڑے طعرات سے نکلنے لگائے بیٹھے ہوں گے اور کسی کی کسی کی طرف پیچھے نہ ہوگی بلکہ سب ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے اس عطا کے ساتھ ہی انہیں حوریں دی جائیں گی جو گورے چنے پڑے کی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی ہوں گی، جن کے پاک جسم کو ان سے پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔ وہ یا قوت و مرجان کی طرح ہوں گی اور کیوں نہ ہو جب انہوں نے خدا کا ڈر دل میں رکھا اور دنیا کی خواہشوں کی چیزوں سے محض فرمان خداوندی کو مد نظر رکھ کر بچے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ بہترین سلوک کیوں نہ کرے گا؟ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوکتے دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے پھر وہاں یہ

جس میوے کی طلب کریں گے موجود ہوگا جو مانگیں گے طے گا ادھر ارادہ کیا ادھر موجود ہوا خواہش ہوئی اور حاضر ہوا۔ پھر نہایت بے فکری سے کی کا خوف نہیں ختم ہو جانے کا کھانکنا نہیں۔ پھر فرمایا وہاں انہیں کبھی موت نہیں آنے کی۔ پھر استثناء منقطع الا کراس کی تاکید کر دی۔

صحیحین میں ہے کہ موت کو بھیڑی کی صورت میں لا کر جنت دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور خدا کر دی جائے گی کہ جنتیو اب بھٹکی ہے کبھی موت نہیں اور اسے جہنمیو اتہارے لئے بھی بھٹکی ہے کبھی موت نہ آئے گی سورہ مریم کی تفسیر میں بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جنتیوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مردے نہیں اور ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے کبھی کی نہ ہوگی اور ہمیشہ جوان بنے رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ ایک اور حدیث میں ہے جو اللہ سے ڈرتا رہے گا جنت میں جائے گا جہاں نعمتیں پائے گا کبھی محتاج نہ ہوگا جہاں بنے گا کبھی مرے گا نہیں جہاں کپڑے میلے نہ ہوں گے اور جوانی فنا نہ ہوگی۔ حضورؐ سے سوال ہوا کہ کیا جنتی سوئیں گے بھی؟ آپؐ نے فرمایا نیند موت کی بہن ہے جنتی سوئیں گے نہیں ہر وقت راحت و لذت میں مشغول رہیں گے۔ یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے اور اس سے پہلے سندوں کا خلاف گزر چکا ہے واللہ اعلم۔ اس راحت و نعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے عذاب جہنم سے نجات دے دی ہے۔ تو مطلوب حاصل ہے اور خوف زائل ہے

فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۵۹ فَإِنَّمَا يَسْتَرْزِقُهُ بِلسَانِكَ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝۶۰ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ۝۶۱

یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے یہی ہے بڑی مرادہلی ۵۹ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا تاکہ وہ فہمت حاصل کریں۔ اب تو منتظر رہو یہ بھی منتظر ہیں ۶۰

(آیت: ۵۹-۵۸) اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کہ یہ صرف خدا تعالیٰ کا احسان و فضل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے تم ٹھیک ٹھاک رہو قریب قریب رہو اور یقین مانو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جاسکتے۔ لوگوں نے کہا کیا آپؐ کے اعمال بھی؟ فرمایا ہاں میرے اعمال بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہو۔ ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کریم کو بہت سہل بالکل آسان صاف ظاہر بہت واضح مدلل اور روشن کر کے تجھ پر تیری زبان میں نازل فرمایا ہے جو بہت فصیح و بلیغ بڑی شیریں اور پختہ ہے تاکہ لوگ بہ آسانی سمجھ لیں اور بخوشی عمل کریں۔ باوجود اس کے بھی جو لوگ اسے جھٹلائیں نہ مانیں تو انہیں ہوشیار کر دے اور کہہ دے کہ اچھا اب تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں تم دیکھ لو گے کہ خدا کی طرف سے کس کی تائید ہوتی ہے؟ کس کا کلمہ بلند ہوتا ہے؟ کسے دنیا اور آخرت ملتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم تسلی رکھو فتح و ظفر تمہیں ہوگی میری عادت ہے کہ اپنے نبیوں اور ان کے ماننے والوں کو اونچا کروں۔ جیسے ارشاد ہے کَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَىٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے اور آیت میں ہے إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ۚ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَىٰ یعنی یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کریں گے اور قیامت میں بھی جس دن گواہ قائم ہوں گے اور ظالموں کو ان کے عذر نفع نہ دیں گے ان پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ الحمد للہ سورہ دخان کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے اسی کی طرف سے نیکی کی توفیق میسر ہوتی ہے اور وہی برائیوں سے بچانے والا ہے۔

تفسیر سورۃ الجاثیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ إِنَّ فِي
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا
يَبْتَلِي مِنْ دَابَّةٍ آيَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ وَاختِلَافِ اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ آيَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

معبود بحق ہم وکرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع ○

یہ کتاب اللہ غائب حکمت والے کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں ایمان داروں کے لئے ○ یقیناً بہت سے دلائل ہیں اور خود
تمہاری پیداہش میں جانوروں کے پھیلائے میں یقین رکھنے والی قوم کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور رات دن کے بدلے میں اور جو کچھ روزی
اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں اور ہواؤں کے بدلے میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے
ہیں دلائل ہیں ○

(آیت: ۱-۵) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور
پچھانیں پھر ان کا شکر بجالائیں دیکھیں کہ خدا کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان و زمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔
فرشتے جن انسان چوپائے پرند جنگلی جانور درندے کیڑے پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی
ہی ایک ہے۔ دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے۔ رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔
حاجت کے وقت اندازے کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں
اگتی ہیں۔ خشک بھری زمین سبز و شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی پروا بھجوا تر و خشک کم و بیش رات
اور دن کی ہوا آئیں وہی چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں اور بعض
ان کے سوا اور کاموں کے لئے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں پھر یقین والوں کے لئے فرمایا پھر عقل
والوں کے لئے فرمایا یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے حال کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اسی کے مثل سورۃ بقرہ کی آیت اِنَّ
فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اٰیٰتٍ لِّمَنْ اَعْيَنَ ۝ اے امام ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر وارد کیا ہے لیکن وہ غریب ہے اس میں انسان کو
چار قسم کے اخلاط سے پیدا کرنا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ
اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَيَلِّ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يَسْمَعُ آيَاتُ

اللَّهُ تَتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَرِّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۖ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۖ مَنْ وَرَّاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِي
عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۖ هَذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ
لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٍ ۖ

۱۰۷

یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم تجھے راسی سے سنار ہے ہیں یہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے ○ ویل اور افسوس ہے ہر ایک
جھوٹے گنہگار پر ○ جو اللہ کی آیتیں اپنے سامنے بڑھی جاتی ہوئی سے پھر بھی غرور کرتا ہو اس طرح اڑا رہے کہ گویا کسی ہی نہیں تو ایسے لوگوں کو درد دینے والے
عذاب کی خبر پہنچا دے ○ وہ جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پالیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے لیکن لوگ ہیں جن کے لئے رسوائی کی مار ہے ○ ان کے
پیچھے دوڑ رہے جو کچھ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور وہ کچھ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا رفیق دوست بنارکھا تھا ان کے لئے
توبت بڑا عذاب ہے ○ یہ سرتاپا ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کی نہ مانا ان کے لئے بہت سخت دردناک عذاب ہے ○

قرآن عظیم کو اہانت سے بچاؤ: ☆ ☆ (آیت: ۶-۱۱) مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت
سے نازل ہوا ہے۔ اس کی روشن آیتیں تھہرے پر تلاوت کی جا رہی ہیں۔ جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں نہ عمل کرتے
ہیں تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے ان کے لئے ویل ہے اور ان پر افسوس ہے جو زبان کے جھوٹے کام کے گنہگار اور دل کے
کافر کے ہیں اس کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کفر انکار اور بد باطنی پراڑے ہوئے ہیں گویا سنا ہی نہیں انہیں سنا دوا کہ ان کے لئے خدا
کے ہاں دکھ کی مار ہے قرآن کی آیتیں ان کے مذاق کی چیز رہ گئی ہیں۔ تو جس طرح یہ میرے کلام کی آج اہانت کرتے ہیں کل میں
انہیں ذلت کی سزا دوں گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن لے کر دشمنوں کے ملک میں نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی اہانت و بے قدری
کریں۔ پھر اس ذلیل کرنے والے عذاب کا بیان فرمایا کہ ان خصلتوں والے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے مال و اولاد اور ان
کے وہ جھوٹے معبود جنہیں یہ زندگی بھر پوجتے رہے انہیں کچھ کام نہ آئیں گے انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے۔ پھر
ارشاد ہوا کہ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور اس کی آیت سے جو منکر ہیں ان کے لئے سخت اور المناک عذاب ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ
وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۖ وَسَخَّرَ لَكُم
مَّا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۖ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا

لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ﴿١١﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ
رَبِّكُمْ تَرْجَعُونَ ﴿١٢﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مطیع بنادیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور ممکن ہے کہ تم شکر بجالاؤ ○ اور آسان و زمین کی ہر ہر چیز بھی اس نے اپنی طرف سے تمہاری مطیع کر دی جو غور کریں وہ یقیناً اس میں بہت سی دلیلیں پائیں گے ○ تو ایمان والوں سے کہہ دے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دلوں کی توقع نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو ان کے کړو توں کا بدلہ دے ○ جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کے لئے اور جو برائی کرے گا اس کا بدلہ ایسی ہی سے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹا ئے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کے ابن آدم پر احسانات: ☆ ☆ (آیت: ۱۲-۱۵) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہوئے بڑی بڑی کشتیاں مال سے اور سوار یوں سے لدی ہوئی ادھر سے ادھر لے جاتے ہو تجارتیں اور کماٹی کرتے ہوتے۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ تم شکر خدا بجالاؤ، نفع حاصل کر کے رب کا احسان مانو۔ پھر اس نے آسمان کی چیز جیسے سورج چاند ستارے اور زمین کی چیز جیسے پھل پھنہریں اور تمہارے فائدے کی بیشمار چیزیں تمہارے لئے سخر کر دیں، یہ سب اس کا فضل و احسان اور انعام و اکرام ہے اور اسی ایک کی طرف ہے۔ جیسے ارشاد ہے وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ اَلْحَمْدُ لِعَلَّی تَتَّقُونَ یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں سب خدا کی دی ہوئی ہیں اور ابھی بھی سختی کے وقت تم اسی کی طرف گڑ گڑاتے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے، پس یہ سب اس کی جانب سے ہے، کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹا یا جھگڑا کر سکے، ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے اور کہا جاؤ ابن عباسؓ کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کر لو۔ اس نے آپ سے بھی پوچھا یہی جواب پایا، پھر فرمایا واپس ان کے لئے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کئے گئے؟ وہ لوٹنا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔ یہ اثر غریب ہے اور ساتھ ہی منکر بھی ہے۔ غور و فکر کی عادت رکھنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ صبر و تحمل کی عادت ڈالو، منکرین قیامت کی کڑوی سبکی سن لیا کرو، مشرک اور اہل کتاب کی ایذاؤں کو سہار لیا کرو۔ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں جہاد اور جلا وطنی کے احکام نازل ہوئے۔ اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے یعنی اللہ کی نعمتوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ ان سے تم چشم پوشی کرو ان کے اعمال کی سزا خود ہم انہیں دیں گے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر نیکی بدی کی جزا سزا یاد آئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ
مِّنَ الظَّيْبِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُمْ بَيْنَتٍ مِّنَ
الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مَن بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ
لَئِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَكُنُ يَغْنُؤُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾

یقیناً ہم نے نبی اسرائیل کو کتاب حکومت اور نبوت دی تھی اور ہم نے انہیں پاکیزہ روایاں دی تھیں اور انہیں دنیا والوں پر فضیلت دی تھی ○ اور ہم نے انہیں دین کی صاف صاف دلیلیں دیں پھر انہوں نے اپنے پاس علم کے کچھ جانے کے بعد آپس کی ضد بحث سے ہی اختلاف برپا کر ڈالا ○ یہ جن جن چیزوں میں اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ قیامت والے دن ان کے درمیان خود اللہ کرے گا۔ پھر ہم نے تجھے دین کی ظاہر راہ پر قائم کر دیا ہے سو اتنی ہی پر لگا رہ اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑ ○ یاد رکھ یہ لوگ اللہ کے کسی عذاب کو سمجھ نہ سکتے۔ سمجھ کر ان کا علم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رشتے ہوتے ہیں اور پرہیز گاروں کا رشتہ اللہ تعالیٰ ہے ○ یہ قرآن لوگوں کے لئے نصیحتیں اور ہدایت و رحمت ہے اس جماعت کے لئے جو یقین رکھتی ہے ○

نبی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا تذکرہ ☆ ☆ (آیت: ۱۶-۲۰) نبی اسرائیل پر جو نعمیں رحیم و کریم خدا نے انعام فرمائی تھیں ان کا ذکر فرما رہا ہے کہ کتابیں ان پر اتاریں رسول ان میں بھیجے حکومت انہیں دی بہترین غذا انہیں اور سترہی صاف چیزیں انہیں عطا فرمائیں اور اس زمانے کے اور لوگوں پر انہیں برتری دی اور انہیں امر دین کی عمدہ اور کھلی ہوئی دلیلیں پہنچا دیں اور ان پر رحمت خدا قائم ہو گئی۔ پھر ان لوگوں نے پھوٹ ڈالی اور مختلف گروہ بن گئے اور اس کا باعث بجز نفسانیت اور خودی کے اور کچھ نہ تھا۔ اے نبی اتیرا اب ان کے ان اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خودی کر دے گا۔ اس میں اس امت کو چوکنا کیا گیا ہے کہ خبردار تم ان جیسے نہ ہونا ان کی چال نہ چلنا اسی لئے اللہ جل و علا نے فرمایا کہ تو اپنے رب کی وحی کا تابعدار بنارہ، مشرکوں سے کوئی مطلب نہ رکھ بے علموں کی ریس نہ کر یہ تجھے خدا کے ہاں کیا کام آئیں گے؟ ان کی دوستیاں تو ان میں آپس میں ہی ہیں۔ یہ تو اپنے ملنے والوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے ہیں۔ پرہیز گاروں کا دنیوی دامن رشتہ و کار ساز پروردگار عالم ہے۔ جو انہیں اندھیر یوں سے ہٹا کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے ہٹا کر اندھیر یوں میں جموکتے ہیں۔ یہ قرآن ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں دلائل کے ساتھ ہی ہدایت و رحمت ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کریں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا اور ان کا مرنے کا مرنے کیسا ہو جائے؟

برائے گمراہ رہے ہیں ○ آسمان و زمین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○ کیونکہ اسے ابھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش ٹکس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود مجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں چکاتے ○

اصل دین چار چیزیں ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۳) اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں جیسے اور آیت میں ہے کہ دوزخ اور جنتی برابر نہیں جنتی کا میاب ہیں یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کفر و برائی والے اور ایمان والے اچھائی والے موت و زیست میں دنیا و آخرت میں برابر ہو جائیں۔ یہ تو ہماری ذات اور ہماری صفت عدل کے ساتھ پرلے درجے کی بدگمانی ہے۔ مسند ابویعلیٰ میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چار چیزوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بنا رکھی ہے جو ان سے ہٹ جائے اور ان پر عامل نہ رہے وہ خدا سے فاسق ہو کر ملاقات کرے گا۔ پوچھا گیا کہ وہ چاروں کیا ہیں؟ فرمایا یہ کہ کامل عقیدہ رکھے کہ حلال حرام حکم اور ممانعت یہ چاروں صرف خدا کے اختیار میں ہیں اس کے حلال کو حلال اس کے حرام بتلائے ہوئے کو حرام ماننا اس کے حکموں کو قابلِ تغیر اور لائق تسلیم جاننا اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے باز آ جانا اور حلال حرام امر و نہی کا مالک صرف اسی کو جاننا بس یہ دین کی اصل ہے۔ حضرت ابوالقاسم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس طرح بول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح بدکار لوگ نیک کاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ کعبہ اللہ کی نیو میں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہوئے نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی خاردار درخت میں سے انگور چننا چاہتا ہو۔

طبرانی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر تہجد میں اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ ہر ایک شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا اور کسی پر اس کی طرف سے ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جل و علا فرماتا ہے کہ تم نے انہیں بھی دیکھا جو اپنی خواہشوں کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ جس کام کی طرف طبیعت جھکی کر ڈالا جس سے دل رکا چھوڑ دیا۔ یہ آیت معجزہ کے اس اصول کو رد کرتی ہے کہ اچھائی برائی عقلی ہے۔ حضرت امام مالکؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کی عبادت کا اس کے جی میں خیال گذرتا ہے اسی کو پوجنے لگتا ہے۔ اس کے بعد کے جملے کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر اسے مستحقِ گمراہی جان کر گمراہ کر دیا دوسرا معنی یہ کہ اس کے پاس علم و حجت دلیل و سند آ گئی پھر اسے گمراہ کیا۔ یہ دوسری بات پہلی کو بھی تسلیم ہے اور پہلی دوسری کو تسلیم نہیں۔ اس کے کانوں پر مہر ہے نفع دینے والی شرعی بات سنتا ہی نہیں۔ اس کے دل پر مہر ہے۔ ہدایت کی بات دل میں اترتی ہی نہیں۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ہے کوئی دلیل اسے دکھتی نہیں نہیں بھلا اب اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے؟ کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمایا مَنْ يُضِلُّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٥٥﴾
وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتَّبِعُوا
بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٥٦﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾

انہوں نے کہا کہ زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے مرنے میں اور جیتے میں اور ہمیں صرف یہی مارڈالتا ہے دراصل انہیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں یہ تو صرف قیاس اور بالکل بچہ سی کام لے رہے ہیں ○ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم بچے ہو ○ تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ۔ تو کہہ دے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مارڈالتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ○

زمانے کو گالی مت دو : ☆ ☆ (آیت : ۲۳-۲۶) دہریہ کفار اور ان کے ہم عقیدہ مشرکین کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا ہی ابتدا اور انتہا ہے کچھ جیتے ہیں کچھ مرتے ہیں قیامت کوئی چیز نہیں فلاسفہ اور علم کلام کے قائل بھی یہی کہتے تھے۔ یہ لوگ ابتدا و انتہا کے قائل نہ تھے اور فلاسفہ میں سے جو لوگ دہریہ اور دور یہ تھے وہ خالق کے بھی منکر تھے ان کا خیال تھا کہ ہر چھتیس ہزار سال کے بعد زمانے کا ایک دور ختم ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے اور ایسے کئی دور کے وہ قائل تھے۔ دراصل یہ معقول سے بھی بے کار جھگڑتے تھے اور منقول سے بھی روگردانی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گردش زمانہ ہی ہلاک کرنے والی ہے نہ کہ خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم و خیال کے کوئی سند و پیش نہیں کر سکتے۔ (بوداؤد وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے وہ دہر کو (یعنی زمانے کو) گالیاں دیتا ہے دراصل وہ میری ہوں تمام کام میرے ہاتھ ہیں دن رات کا میرا پھیر کرتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے دہر کو گالی دے دو اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ ابن جریر نے اسے ایک بالکل غریب سند سے وارد کیا ہے اس میں ہے اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ہمیں دن رات ہی ہلاک کرتے ہیں وہی ہمیں مارتے جلاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں اسے نقل فرمایا۔ وہ زمانے کو برا کہتے تھے پس اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے ابن آدم ایذا پہنچاتا ہے وہ زمانے کو برا کہتا ہے اور زمانہ میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہیں میں دن رات کالے آنے لے جانے والا ہوں۔

ابن ابی حاتم میں ہے ابن آدم زمانے کو گالیاں دیتا ہے میں زمانہ ہوں دن رات میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور حدیث میں ہے میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا اس نے مجھے نہ دیا مجھے میرے بندے نے گالیاں دیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے زمانہ اور زمانہ میں ہوں۔ امام شافعی اور ابو عبیدہ وغیرہ ائمہ لغت و تفسیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے عربوں کو جب کوئی بلا اور شدت و تکلیف پہنچتی تو وہ اسے زمانے کی طرف نسبت کرتے اور زمانے کو برا کہتے۔ دراصل زمانہ خود تو کچھ کرتا نہیں ہر کام کا کرتا دھرتا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے اس کا زمانے کو گالی دینا ہی الواقع اسے برا کہنا تھا جس کے ہاتھ میں اور جس کے بس میں زمانہ ہے جو راحت و رنج کا مالک ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ ہے پس وہ گالی حقیقی فاعل یعنی اللہ تعالیٰ پر پڑتی ہے اس لئے اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا اور لوگوں کو اس سے روک دیا۔ یہی شرح بہت ٹھیک اور بالکل درست ہے امام ابن حزم وغیرہ نے اس حدیث سے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر اللہ کے اسماء حسنی میں سے ایک نام ہے یہ بالکل غلط ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر ان بے علموں کی کج کنجشی بیان ہو رہی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ جلائے جانے کی بالکل صاف و دلیل جب انہیں دی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ جب کوئی بن نہیں پڑتا جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا پھر ہمارے مردہ باپ دادوں پر دادوں کو زندہ کر کے ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اپنا پیدا کیا جانا اور مر جانا تو اپنی آنکھ دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے

تمہیں موجود کر چکا پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے تو جو ابتدا پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ قطعاً ہدایت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جو شروع کسی چیز کو بنادے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت ہی آسان ہوتا ہے پس یہاں فرمایا کہ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ وہ دنیا میں تمہیں دوبارہ لانے کا نہیں جو تم کہہ رہے ہو کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر لاؤ۔ یہ تو وار عمل ہے دار جزا قیامت کا دن ہے یہاں تو ہر ایک کو تھوڑی بہت تاخیر مل جاتی ہے جس میں وہ اگر چاہے اس دوسرے گھر کے لئے تیاریاں کر سکتا ہے، بس اپنی بے علمی کی بنا پر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہئے، تم کو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے، تم کو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے، مومن با علم اور ذی عقل ہیں کہ وہ اس پر یقین کامل رکھ کر عمل میں لگے ہوئے ہیں۔

وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِدُ يُخَسِّرُ
الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا اَيُّوْمَ
تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا
نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل بڑے نقصان میں پڑیں گے۔ تو دیکھو گا کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گرے ہوئی ہوگی ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے ہم تمہارے اعمال کھواتے جاتے تھے۔

اس دن ہر شخص گھٹنوں کے بل گرا ہوگا: ☆ ☆ (آیت ۲۷-۲۹) اب سے لے کر ہمیشہ تک اور آج سے پہلے بھی تمام آسمانوں کا کل زمینوں کا مالک بادشاہ سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے رسولوں کے منکر قیامت کے روز بڑے گھائے میں رہیں گے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب مدینے شریف میں تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ معافی ایک ظریف شخص چن لوگوں کو اپنے کلام سے ہنسایا کرتے ہیں تو آپ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کیوں جناب کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دن آئے گا جس میں باطل والے خسارے میں پڑیں گے۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا اور حضرت معافی مرتے دم تک اس نصیحت کو نہ بھولے (ابن ابی حاتم) وہ دن ایسا ہولناک اور سخت تر ہوگا کہ ہر شخص گھٹنوں پر گرا ہوا ہوگا یہ اس وقت جب کہ جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس سے ہر شخص کانپ اٹھے گا اور اپنے گھٹنوں پر گر جائے گا۔ یہاں تک کہ ظلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ ان کی زبان سے بھی اس وقت نفسی نفسی نکلے گا۔ صاف کہہ دیں گے کہ خدا آج ہم تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتے صرف اپنی سلامتی چاہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ آج میں اپنی والدہ کے لئے بھی تجھ سے کچھ عرض نہیں کرتا بس مجھے بچالے۔ گو بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہر گروہ جدا گانا لگ لگ ہوگا لیکن اس سے اولیٰ اور بہتر وہی تفسیر ہے جو ہم نے کہی ہے ہر ایک اپنے زانو پر گرا ہوا ہوگا۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں گویا کہ میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور مرفوع حدیث میں جس میں صور وغیرہ کا بیان ہے یہ بھی ہے کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیئے جائیں گے اور تمام آیتیں زانو پر جھک پڑیں گی۔ یہی فرمان خدا

ہے وَتَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً الخ اس میں دونوں حالتیں جمع کر دی ہیں پس دراصل دونوں تفسیروں میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالشَّيْبِ الخ نامہ اعمال رکھا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ آج تمہیں تمہارے ہر ہر عمل کا بدلہ بھر پور دیا جائے گا جیسے فرمان ہے يُنْبِئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَ قَدَمٍ وَمَا خَلَعَ الخ انسان کو ہر اس چیز سے باخبر کر دیا جائے گا جو اس نے آئندہ کی اور پیچھے چھوڑی اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال سے بلکہ خود انسان اپنے حال پر خوب مطلع ہو جائے گا گواپنے تمام تر حیلے سامنے لا ڈالے۔ یہ اعمال نامہ جو ہمارے حکم سے ہمارے امین اور سچے فرشتوں نے لکھا ہے وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پیش کر دینے کے لئے کافی دانی ہے۔ جیسے ارشاد ہے وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ الخ یعنی نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا تو تو دیکھے گا کہ گنہگار اس سے خوفزدہ ہو جائیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بخئی اور عمل نامے کی تو یہ صفت ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو قلم بند کے بغیر چھوڑا ہی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب سامنے حاضر پالیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے محافظ فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے رہا کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں پھر انہیں لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کے دیوان عمل کے فرشتے اس نامہ اعمال کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے اعمال سے ملاتے ہیں جو ہر رات اس کی مقدار کے مطابق ان پر ظاہر ہوتا ہے جسے خدا نے اپنی مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی لکھا ہے تو ایک حرف کی کمی زیادتی نہیں پاتے۔ پھر آپ نے اسی آخری جملے کی تلاوت فرمائی۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ
ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آتِي
تُثَلِّىٰ عَلَيْهِمْ ۖ فَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ
وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا ۖ فَلْتَمُ مَا نَذَرِىٰ مَا
السَّاعَةُ ۖ إِنَّ نَظْرُ الْإِظْمَ ۖ وَمَا نَحْنُ بِمُستَيْقِنِينَ ۝

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انہیں ان کا رب اپنی رحمت تلے لے گا یہی صریح کامیابی ہے۔ لیکن جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے میں کہوں گا) کیا میری آیتیں تمہیں سنائی جاتی تھیں؟ پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تم تھے ہی گنہگار لوگ اور جب کبھی کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم جواب دیتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں یونہی سا خیال ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں۔

کبریا کی اللہ عزوجل کی چادر ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۰-۳۲) ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس فیصلے کی خبر دیتا ہے جو وہ آخرت کے دن اپنے بندوں کے درمیان کرے گا۔ جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اپنے ہاتھ پاؤں سے مطابق شرع نیک نیتی کے ساتھ اچھے عمل کئے۔ انہیں اپنے کرم و رحم سے جنت عطا فرمائے گا۔ رحمت سے مراد جنت ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھے عطا فرماؤں گا۔ کھلی کامیابی اور حقیقی مراد کو حاصل کر لینا یہی ہے اور جو لوگ ایمان سے رک

گئے بلکہ کفر کیا ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں پھر بھی تم نے غرور و نخوت میں آ کر ان کی اتباع نہ کی بلکہ ان سے منہ پھیرے رہے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تم نے ظاہر اپنے افعال میں بھی اس کی نافرمانی کی گناہوں پر گناہ دلیری سے کرتے چلے گئے اور قیامت ضرور قائم ہوگی اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ ہمیں گو کچھ یونہی سا وہم ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت ضرور آئے گی۔

وَبَدَّ لَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۚ وَقِيلَ
 الْيَوْمَ نَنسِفُكُمْ كَمَا نَسِفْنَا لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا لَكُمْ النَّارُ
 وَمَا لَكُمْ مِنْ نَصْرِينَ ۚ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ اتَّخَذُوا آيَاتِ اللَّهِ
 هُزُوًا وَعَرَسَتْ لَهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ
 يُسْتَعْتَبُونَ ۚ قُلِ لِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمُوتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ ۚ وَلَهُ الْكِبَرِيَاءُ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اب ان پر اپنے اعمال کی برائیاں کھل گئیں اور جسے وہ مذاق میں اڑا رہے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ اور کہہ دیا گیا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اپنے اس دن سے لئے کو بھلا دیا تھا تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ایسی اڑائی تھی اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا پس آج کے دن نہ تو یہ دوزخ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے اللہ کی عقلی کا تذکرہ طلب کیا جائے پس اللہ ہی کی تعریف ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور تمام جہان کا پالنہار ہے تمام بزرگی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے

(آیت: ۳۳-۳۷) اب ان کی بد اعمالیوں کی سزا ان کے سامنے آگئی اپنی آنکھوں اپنے کتوت کا بدلہ دیکھ چکے اور جس عذاب و سزا کے انکاری تھے جسے مذاق میں اڑاتے رہے تھے جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے ان عذابوں نے انہیں چو طرف سے گھیر لیا اور انہیں ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے کہہ دیا گیا کہ ہم تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے یعنی جہنم میں جھونک کر پھر تمہیں کبھی اچھائی سے یاد بھی نہ کریں گے۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے اس کے لئے تم نے کوئی عمل نہ کیا کیونکہ تم اس کے آنے کی صداقت کے قائل ہی نہ تھے۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن فرمانے گا کیا میں نے تجھے بال بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا میں نے تجھ پر دنیا میں انعام و اکرام نازل نہیں فرمائے تھے؟ کیا میں نے تیرے لئے اونٹوں اور گھوڑوں کو مٹھایا اور فرما کر کہ تیرا مال و دولت اس کے پاس ہے اور تیرے سرور و خوشی کے ساتھ اپنے مکانات اور حویلیوں میں آزادی کی زندگی بسر کرے؟ یہ جواب دے گا کہ میرے پروردگار یہ سب تجھے ہی عطا فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس آج میں تجھے اس طرح بھلا دوں گا جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ سزائیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا خوب مذاق اڑایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تم اسی پر مطمئن تھے اور اس قدر تم نے بے فکری برتی کہ آخر آج نقصان اور خسارے میں پڑ گئے۔ اب تم دوزخ سے نکالے نہ جاؤ گے اور نہ تم سے ہماری خشکی کے دور کرنے کی کوئی وجہ طلب کی جائے گی یعنی اس عذاب سے تمہارا چھٹکارا بھی محال اور اب میری رضا مندی کا تمہیں حاصل ہونا بھی ناممکن۔ جیسے کہ مومن بغیر عذاب و حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ایسے ہی تم بے حساب عذاب کئے جاؤ گے اور تمہاری توبہ بے سود رہے گی! اپنے اس فیصلے کو جو مومنوں اور کافروں میں ہو گیا بیان فرما کر اب ارشاد فرماتا ہے کہ تمام حمد زین و آسمان اور ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ جو کل جہان کا پالنا رہا ہے! اسی کی کبریائی یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ جل و علا فرماتا ہے عظمت میرا تہہ ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کر دوں گا۔ یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ وہ عزیز ہے۔ یعنی غالب ہے جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہونے کا کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے۔ اس کے سامنے پڑ سکے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی قول کوئی فعل اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں۔ کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسبود۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورہ جاثیہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ پچیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔